

حضرت شاہ محمد مرصان شہید مدظلہ العالی

بادی میرانہ ✓
✓

ترتیب و تہذیب

منظور الحق صدیقی ایم اے ✓

استاد ریاضیات کیمبرج کالج

حسن ابدال

ایڈیشن آف چوک مینار انارکلی لاہور

جنتا حقوق محفوظہ

DATA

بار : اول

تعداد : ۱۰۰

تاریخ اشاعت : اکتوبر ۱۹۶۳

کتابت : حیدرآباد

مطبع : اشرف پریس لاپور

قیمت : دو روپے

اہتمام

مرح، سلام - آئینہ ادب

چوک مینار - انارکلی لاہور



شهبیه مبارک هادی هریانه شاه محمد رمضان
شهبید مهمی رح

✓
۲۹۷۰۹۹۲۲
۴۴۴۴
۱۱۹۷

ترتیب

- ۱ — ابتدائی زندگی اور حصول علم ۹
- ۲ — شخصیت اور نجی زندگی ۲۸
- ۳ — بیض و اتعات ۳۶
- ۴ — علاقہ پرربانہ کی حالت ۴۳
- ۵ — اصلاحی کارہائے نمایاں ۶۷
- ۶ — محاکمہ شاہ حمید الغزیری و محدث دہلوی ۹۲
- ۷ — تصانیف ۱۱۵
- ۸ — سفر حج اور شہادت ۱۲۰
- ۹ — کتابیات ۱۵۳

29-4-521 . Khawari: Akademi . 185 . 9-50

”ہیکرئہ کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان
ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک
سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ المنصوح کی“

خان بہادر ڈپٹی منظر احمد فضلی

تعارف

مشائخ کبار کے مقبول تذکروں میں آپ پائیں گے کہ حضرت خواجہ معین الدین
 اجمیری نے ایک مقتول کے سر اور دھڑ کو جوڑ دیا اور انا ساگر سے ایک پیالہ بھر لیا
 جس میں اس بڑی جھیل کا تمام پانی آ گیا۔ حضرت بابا گنج شکر چالیس روز تک کنوئیں
 میں اٹے لٹکے رہے۔ سید علاؤ الدین علی صابر بکیری کے ہاں شہر اپنی دم سے
 جھاڑو دیا کرتا تھا، حضرت بوعلی قلندر پانی پتی ۷ بارہ سال لگاتار دریا میں کھڑے
 رہے یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیوں کا تمام گوشت مچھلیاں کھا گئیں اور پھر یہیں
 یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان باتوں سے اسلام پھیل گیا۔ اس
 "مقدس" غلط بیانی کو کرامات کے کھاتہ میں ڈال کر اس پر کئی صدیوں سے
 خوش عقیدہ اذہان کی پرورش ہو رہی ہے۔ تذکرہ نگاروں کی اس غفلت شعاری
 کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمودیا کرامتوں کو وسیع اسلام اور تذکیہ نفس کے لیے جو کارہائے
 نمایاں کیے تھے ان کی تفصیل سے دنیا محروم رہ گئی۔ بقول علامہ اقبال ۵
 حقیقت خرافات ہیں کھو گئی یہ امت روایات ہیں کھو گئی
 ہادی ہر پانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید لہمی اس جلیل القدر خانوادے
 کے گل سرسید تھے جو سات سو سات تک ضلع رہتک میں مقیم رہا اور ان سات

صدیوں میں اس خاندان کے سونے جیسا مرد پڑھے لکھے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے متعلق اس قدر تحریری مواد موجود ہے کہ ہمیں آپ کی سوانح عمری لکھنے میں زبانی روایات کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔ اس بزرگ خاندان کے بارے میں دہلی دربار ۱۹۱۱ء کی سرکاری رپورٹ کے صفحہ ۳۸۱ پر لکھا ہے:

”اعتلاخ حصار، رہتک، کرنال اور گورگاؤں کے مسلم راجپوتوں کو حلقہ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں اس خاندان نے نمایاں کام کیا ہے۔“

اس اقتباس میں جس خدمت اسلام کا ذکر ہے اس کا زیادہ تر کریڈٹ حضرت ہادی ہریانہ رح کو جاتا ہے۔ آپ نے جو عظیم الشان ٹھوس کام کیا اسے دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا کہ اگر خدا اس نیک بندے سے یہ کام نہ کرانا تو اس کا امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے دہلی کی زمام حکومت چھین جانے کے بعد علاقہ ہریانہ کے جبری اور بہادر مسلم راجپوتوں کی اکثریت شاید اپنی قدیم حالت کفر کو لوٹ جاتی۔ آپ نے اس قدر ٹھوس کام کیا اور معاشرہ میں ایسی ایسی خوشگوار اور دیرپا تبدیلیاں کیں کہ آپ کے حکیمانہ طرز تبلیغ کا مطالعہ ہر اس شخص کے لیے مفید ہو سکتا ہے جس کا شعار خدمت دین ہے۔

منظور الحق صدیقی

یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

○ کرتال

صلح کرتال

○ پانی پت

○ گنگانہ

○ گودبانہ

صلح

دیبا کے پنا

○ سونی پت

○ دہنگ

○ مرودھی

○ سانپاہ

○ کاہنور

○ دو جابہ

○ بھجر

○ دہلی

○ ابردان

○ فتح آباد

○ بیگم

○ جنید

○ مصفا

○ حصار

○ موکھ

○ جھنڈی نمرتن

○ لالسی

○ نم

○ بیالی

○ حیوانی

○ حیوانی

علاقہ ہریانہ

ابتدائی زندگی اور حصولِ علم

ولادت : ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء بم

شہادت : ۲۸ جمادی الاول ۱۲۲۰ھ

۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء مندر

مرقد : قصبہ ہم ضلع رجتک

دادی ہریاتہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کا نام تالیف تدریہ کا منظر ہے۔

آپ کی تعینیت آخرت کا شعر ہے۔

محمد اور رمضان دونوں ملیں

ہزار امدد یکصد تراسی بسیں

آپ ہم میں تولی ہوئے جد اب بھارتی پنجاب کے ضلع رجتک کا ایک قصبہ

ہے امد اس وقت اپنے نام پر پرگنہ کا صدر مقام تھا۔ پرگنہ انگریزی عہد کی اصطلاح

میں تحصیل کہلایا۔ یہ قصبہ دہلی سے چونسٹھ اسیڑہ تک سے بیس میل کے فاصلہ پر
اس قدیم شاہراہ پر واقع ہے جو دہلی سے بہتک ہوتی ہوئی بالسی اور حصار
کو جاتی ہے۔ ہم کو لفظ رجم کے عوامی تلفظ کے وزن پر پڑھنا چاہیے۔

آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انیسویں پشت سے
خاندان تھے۔ آپ کے اجداد میں سے زبدا الاولیا حضرت قاضی

قوام الدینؒ ججنیریؒ نام رہتلی پہلے بزرگ تھے جو ساتویں صدی ہجری میں رتھک
میں سکونت پذیر ہوئے۔ قاضی قوام الدینؒ موصوف کے دو فرزند تھے مولانا
افتخار الدینؒ اور مولانا کبیر الدینؒ۔ مولانا کبیر الدینؒ اور ان کے بھتیجے قاضی
عماد الدین ابن مولانا افتخار الدینؒ کو سلطان معز الدین کی قیادت نے ۶۲۸ھ
میں بعض خدمات سپرد کر کے ہم بھیجا۔ یہ پہلے دو مسلمان تھے جو اس قصبہ میں آباد
ہوئے۔ ازاں بعد اس پر گزرتی خدمات خطابت، تولیت، میر غزلی، قضا،

مہتمم میں قدیم ترین کتبہ سلطان عبدالرشید بن سلطان مسعود بن محمود غزنوی
کے عہد کا ہے۔ مگر قصبہ ہم اس سلطان کی حدود مملکت سے باہر تھا۔ کیونکہ یہ قصبہ
اس قدیم شاہراہ پر واقع ہے جو ملتان کو دہلی سے ملاتی ہے لہذا ممکن ہے کہ
اس میں مبلغوں یا تاجروں کی کوئی جماعت دفن ہو۔ کتبہ یہ ہے: (باقی نوٹ ص ۱۱)

انٹا اور احتساب تمام مسلم عہدہ حکومت میں اس خاندان کے پاس نہیں۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ مفتی فضل اللہ عرت ماہر و شاہنشاہ ہمایوں کے دبیر تھے۔ ایک اور بزرگ مفتی عزیز اللہ شہیدؒ شہادت: ۲ محرم ۱۱۰۹ھ ۱۳ جولائی ۱۶۶۷ء اورنگ زیب عالمگیر کے دبیر خاص تھے۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پیدہ بند گوارہ شاہ عبدالحمیدؒ کے مدرسہ رحیمیہ سے پہلے مفتی عزیز اللہ موصوف کا دہلی میں مدرسہ عزیز یہ علوم قرآنی کی اشاعت کا مرکز تھا۔ مفتی عزیز اللہؒ کے فرزند شاہ رزق اللہؒ الملقب بجا فظ عالم خاں اور پوتے شاہ نجم اللہؒ الملقب بجا فظ عالم خاں ثانی اور شاہ نجم اللہؒ کے بھتیجے شاہ سلام اللہؒ راہدی ہریانہ کے خسر قلعہ معلیٰ دہلی میں شہزادوں اور شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے۔

ان مناصب کے علاوہ اس خاندان کی شہرت ان مشائخ کرام کی وجہ
 بقیہ نوری منہ) بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ هَذِهِ الْمَقْبُوْرَةُ الشَّهَادَةُ الْمَسَادَاتِ
 الْقَتِيْلُ الْكُفَّارِ طَيْبِ اللّٰهِ تَرَاهُمْ حَصَلَ الْقِرَاعُ مِنَ الْمَعَارَةِ
 فِي الْمَثَالِغِ الْغَرْمِ مِنْ شَهْرٍ ذِي الْحِجَّةِ اَرْبَعِيْنَ اَرْبَعًا مِائَةً

یوم ذی الحجہ ۱۲۲۲ھ - ۷ مئی ۱۸۰۹ء

سے کئی جہنوں نے اس علاقہ میں اشاعت و ترویج اسلام کا بھروسہ کام کیا تھا۔
 ان بزرگوں میں شاہ نصر اللہ قدس سرہ صاحب مثنوی جنوں المجاہدین شاہ
 رزق اللہ، شاہ نجم اللہ، شاہ کمال اللہ، شاہ لطف اللہ، شاہ عبد حکیم
 شاہ اوجہ مولوی بدرالدین اور شاہ علامہ جیلانی رہنما کے اسمائے گرامی خصوصیت
 سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ آبادی مثنوی
 ۱۷۳۱ء اپنی تصنیف ملاک الاعتقاد میں شاہ رزق اللہ، لقلب بح فقط
 عالم خاں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "فصیلت را بدرویشی و درویشی را بامتصیاری
 جمع کرد اند" اس خاندان کے بزرگوں میں سے بعض نے مشیت و افتاء و تصدیق
 جیسے بظاہر متفاد اداروں کو یکجا کر دیا تھا۔ ایک عالم اور صوفی نظم حکومت
 سے منسلک ہو کر نئے نظریاتی علم اور ذاتی واردات قلبی کی بھول بھلیاں سے
 نکل کر حقیقت پسند ہو جاتا ہے۔ فقہیہ و صوفی کی کشمکش ہمارے معاشرے اور
 ادب کا جزو لا ینفک ہے مگر اس خاندان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس
 کے بیشتر فقہیہ صوفی تھے اور تمام صوفی با شرع تھے۔ بعض نسبتاً اہم ترین صاحب
 کے علاوہ ایک ہی خاندان میں ایک پرگنہ کی خدمات تصناء، افتاء، احتساب،
 خطابت، تولیت اور میر عدلی متواتر پانچ صدی تک رہنے سے اس کے

انفراد میں جو عملی سوچ بوجھ راجح نہیں گئی تھی اس نے علم و فضل و شجاعت کے ساتھ مل کر ایک خوشگوار ماحول بنا دیا تھا۔

مادری ہر پانچ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے والد شاہ عبدالعظیم

مجدوب تھے۔ روضۃ العینوں میں آپ کے اجمالی حالات و زندگی اور کرامات

کا ذکر آیا ہے۔ دادا ولی کامل اور شیخ وقت حضرت شاہ عبدالحکیمؒ ۱۶۰۹ء۔

۱۶۷۳ء تھے۔ شاہ عبدالحکیم ہریانوی زبان کے ابتدائی معنفیوں میں سے تھے۔

آپ کی تصانیف پر مرحوم حافظ محمود شیرانی نے اور نیٹل کالج بیگز پور لاہور کی

کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ شاہ عبدالحکیمؒ لاہور

میں تولد ہوئے۔ جہاں آپ کے والد شاہ لطف اللہؒ الملقب بے خطا محمد خاں

سہ ہزاری اور نائب صوبیدار تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں شاہ لطف اللہؒ

نے یہ منصب ترک کر کے خرقہ درویشی اختیار کیا۔ قبل ازیں شاہ لطف اللہؒ

کے برادر بزرگ حضرت شاہ کمال اللہؒ منصب پنجزادی اور کتاب خانہ

شاہی لاہور کی محالقت سے مستعفی ہو کر خرقہ درویشی اختیار کر چکے تھے۔ شاہ

لطف اللہؒ سے اوپر کی چار پشتیں منصب میر عدلی پنا گز رہیں۔ مذکورہ بالا

بزرگوں کے حالات متعدد کتابوں میں منتشر حالت میں اور روضۃ العینوں میں

میں مجملہ یکجا ملتے ہیں یہ ہم نے اپنی تالیف آئندہ الاحیاد میں اس خانوادہ کے علماء و مشائخ اور منصب داروں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

لاہور ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ ابھی چار سال کے تھے کہ درویش
پچھلے منشی فاضل واداشاہ عبدالکیمؒ کا انتقال ہو گیا۔ والد مجذوب تھے۔

چنانچہ آپ کی تربیت کا بار آپ کی والد ماجدہ پر پڑا۔ اس خاندان کا معمول تھا کہ
 بچوں کو ابتدائی تعلیم عام طور پر خواتین دیا کرتی تھیں۔ شاید یہی وجہ ہے اس زمانہ
 میں ہی اس خاندان کا ایک مرد بھی ان بڑھتے تھا اور اسی فیصد سے زیادہ خواتین
 کم از کم پڑھنا ضرور جانتی تھیں۔ بعض خواتین اراضی کی خرید و فروخت اور تقسیم ترکہ کے
 کاغذات پر مہر میں ثبت کرتیں اور اپنے دستخط کیا کرتیں۔ آپ کی والدہ بی بی
 جمال بخت متوفیہ ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء پڑھی لکھی اور بڑی ہی باقاعدہ خاتون تھیں۔
 آپ نے ان سے قرآن شریف اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

شیخ عبدالعظیم مجذوبؒ کے دوسرے حلیل القدر فرزند حضرت
تذکرہ کی کامور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ حضرت لاہوری ہریانہ شہیدؒ سے

۵ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (۱۷۸۶-۱۸۵۸ء) اپنے والد کے حلیل القدر علماء

مشائخ میں سے تھے۔ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ صدیقی الریشکی (۱۷۵۰-۱۸۲۰ء)
 (باقی نوٹ ص ۱۵)

سترہ برس چھوٹے تھے۔ جس واقعہ کا ہم ذکر کرنے لگے ہیں اس وقت شاہ محمد رمضانؒ اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ والد ماجد کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ معمولی سی زرعی زمین کے مالک تھے جس کی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی آمدنی نہ تھی۔ گذر اوقات زیادہ تر نذرانوں پر تھی۔ شاہ محمد رمضانؒ کی والدہ اپنے مجذوب شوہر اور کمسن بچے کو لے کر ہر سال دو تین ماہ کے لیے قصبہ کاہنور چلی جاتیں۔ یہ قصبہ ہم سے پندرہ میل کے فاصلے پر ضلع رجنک میں ہے۔ اس میں مسلم راجپوت آباد تھے۔ ان دنوں مسلم راجپوت ٹولیاں بنا کر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ جو کچھ لوٹ (بقیہ لوٹ صدکا) کے خلیفہ تھے۔ بالخصوص علاقہ میوات آپ کے فیض روحانی سے شاہ اب نما سوندھ شریف ضلع گوردگاؤں کے مشہور بزرگ حضرت راج شاہ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل ہمیں کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جھٹھ لینے کی پاداش میں پھانسی دی گئی آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے بارہ سروہ آوردہ حضرات کو اس جرم کی پاداش میں تختہ دار پر لٹکا یا جن میں آپ کے جلیل القدر زرنڈا پوٹس مولوی سیف الرحمن شہیدؒ (۱۸۱۹ء - ۱۸۵۷ء) بھی تھے۔ مولوی سیف الرحمن شہیدؒ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین ایم اے سی آئی اے (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۸ء) کے والد تھے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا مجموعہ پیرزادہ انہی پیرزادہ محمد حسین کے نام پر ہے۔

کہلاتے اس کا دسواں حصہ شاہ عبدالعظیم مجددی کی خدمت میں پیش کر دیتے۔
 شاہ مجددی نے ان کو دسواں حصہ کے تھے۔ ایک روز موقع کا ہونے پر اپنے
 ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا کہ درخت کے
 اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف چلا جائے۔ تین دفعہ کوشش کی مگر بار بار ناکام
 رہے۔ ایک بچہ نے کہا اگر میں پھینک دوں تو کیا انعام دوں گے؟ آپ نے
 فرمایا پاس تو کچھ نہیں۔ البتہ تمہارے مرنے کے بعد دو رکعت نماز نقل پڑھ
 کر تمہاری روح کو بخش دوں گا۔ وہ بچہ نے پتھر پھینکے میں کامیاب ہو گیا اور واہ
 واہ کے بعد بات آئی گئی ہوئی۔

تھانے الٹی کچھ روز کے بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ نے وعدہ پورا
 کیا مگر رات کو خواب میں دیکھا کہ مرحوم ایسے وعدہ کا مطالبہ کر رہا ہے جیسا
 ہو کہ آپ نے دو گانہ پڑھا اور اس کا ثواب روح کو بخش دیا۔ مگر رات کو پھر
 مطالبہ ہوا۔ عرض کی دفعہ ایصال ثواب کیا اور ہر دفعہ مرحوم کو مطالبہ کرتے پایا۔
 آپ نے اس کے سبب پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ تندرانی میں دھار کی
 لوٹ کا مال آتا ہے۔ وہ شرعاً حرام ہے اور یہی رزق حرام قبولی دعا میں بالیج
 ہے۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم جو کچھ کھا رہے ہیں وہ

جائز نہیں۔ اس لیے سہارا خاتون نے جواب دیا کہ یہاں تو یہی ہے اگر ہمت ہے تو کہیں حلال روزی جاتا ماش کرو۔ آپ اسی وقت سے والدہ سے اجازت لے کر بغیر کچھ کھائے پیے نہ لیں گے ارادہ سے چل پڑے۔

نہ لیں گے راستہ میں موز صبح ساٹھ بجے پڑتا ہے۔ وہاں اس خاندان کے ایک عقیدت مند نے پیر زادہ سمجھ کر آپ کے لیے کھانا پکوا دیا۔ اس نے پیٹھ چاڑھ لیا پکوائے اور ایک کور سے مشکے میں پانی لایا۔ آپ تو کسی کام میں لگ گیا۔ ایک کتنے مشکے میں تیرہ ڈال دیا۔ آپ نے تیلی کو اس کی اطلاع دی تو اس نے کہا کوئی بات نہیں وہ ہمارے گھر کا پلا ہوا کتا ہے۔ آپ بھوک سے ناگھال ہو رہے تھے مگر کچھ کھائے پیے بغیر اس گھر سے چل پڑے اور وہ تھک گئے۔

ان دنوں آپ کے خاندان کے ایک بزرگ شاہ سلام اللہ
مصول تعلیم
 مدنی اور لکھنؤ کے مدرسہ شاہ محمد رمدان کے مدرس
 ہوسے (قلعہ منی میں شہزادوں کی تعلیم پر مامور تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں گا
 حضرت شاہ عابد القادر دہلوی کے ترجمہ قرآن میں لکھتے تھے۔ اس ترجمہ کی زبان
 اس وقت کی دہلی کی زبان سے نکلتی اور ہر بانی زبان سے قریب ہے۔ شاہ

سلام اللہ کا مرقہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خانقاہ کے احاطہ میں ہے
یہ خانقاہ دہلی کے مشہور قبرستان ہندیلوں میں ہے۔ آپ کی وساطت سے شاہ
محمد رمضانؒ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور
چودہ سال تک علوم نقلی اور باطنی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ہفتہ میں
دو مرتبہ منگل اور جمعہ کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے استفادہ کرتے رہے
اور ان سے سنیاً سبقاً ان کے والد امام اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی
کتاب تریق توبیٰ الجلیل اور کتاب انبیاہ پڑھیں اور دونوں کی اجازت پائی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان سے حضرت ہادی ہریانہ کے
خاندان کے تعلقات بڑے قائم تھے۔ امام اللہ شاہ ولی اللہؒ کے جید امجد
مفتی شمس الدین کم و بیش اسی زمانہ میں رہتے ہیں جب ہادی ہریانہ
کے جید امجد بیدار الودیا حضرت قاضی قوام الدینؒ کی شہر میں سکونت پذیر
ہوئے تھے۔ قلعہ بہتک قاضی قوام الدینؒ اور ان کے خسر قاضی سلطان محمد
سرخ قریشی نے تعمیر کرایا تھا۔ اس قلعہ کے ایک جنوبی برج کے نیچے قاضی
قوام الدینؒ کی قبر ہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ برج حکومت نے منہدم کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خاندان اس قلعہ سے باہر اس محلہ میں رہتا تھا جو اب
سراے محلہ کہلاتا ہے۔ مزارہ قاضی توام الدینؒ اور اس محلہ کے درمیان صرف خندق
عائل تھی جو بعد میں پاٹ کر سڑک بنا دی گئی۔ ان دونوں خاندانوں کے سردار میں
یاہمی رشتہ ہائے مناکحت بھی ہوتے رہتے تھے۔ لگے یا سبائیں شاہ محمد رمضانؒ
کے بیٹھن میں حضرت شاہ علام جیلانی صدیقیؒ کا ذکر ہوگا۔ ان کے والد
شاہ ادوی بدوئیؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۹۱ء) کی زویہ ثانی بی بی ناڈرام اللہ
شاہ ولی اللہؒ کے خاندان سے شیخ اکبر علی فاروقیؒ کی دختر تھیں۔ اس فاروقی خاندان
کے کچھ ارادے ۱۹۴۷ء تک شاہ محمد رمضانؒ کے خاندان کے ساتھ قلعہ رہتے ہیں آباد
رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء - ۱۷۶۲ء) کے دادا یا پڑدادا رہتے
سے جا کر قصبہ پہلوت میں مقیم ہو گئے۔ امداد فی ماثر الابداد میں شاہ ولی اللہؒ نے
اپنا یہ کرسی نامہ دیا ہے: "ولی اللہ ابن الشیخ عبدالرحیم ابن المشید صیہ الدین
بن عظیم بن منصور بن احمد بن محمد بن توام الدین عرف قاضی قادن بن قاضی
قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدہ بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین
بن شمس الدین بھٹی بن شیر ملک بن..." (ص ۱) ان میں سے نیر شیخ احمد تھے قلعہ
رہتے سے باہر ایک سراے بنوائی تھی جسے اب محلہ سراے کہتے ہیں۔ ان سے

اوپر کی پستیں اس محارم میں رہی تھیں۔ جسے مغل عہد حکومت تک قلعہ خوردا اور بعد
میں ۱۹۲۷ء تک محلہ چشتیاں یا قلعہ کہہ کہتے تھے۔

دہلی کی سیاسی حالت | ہادی ہر پانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید چودہ
سال (۱۱۹۷ھ تا ۱۲۱۱ھ - ۱۸۳۷ء تا ۱۸۶۱ء)

دہلی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ چودہ سال بڑے ہی اثر آفرین
کے تھے۔ کہنے کو تو شاہ عالم ثانی شاہ شاہ ہند کہلاتے تھے مگر ان کی عملداری
شکر گرو ریاستے پٹیالی سے شروع ہوئی تھی۔ اس علاقہ پر بھی حاکم ان وہ
تھا جو طاقت کے پل یونے پر اپنے آپ کو امیر الامرا کے منصب پر فائز کر لیا
تھا۔ نواب نجیب الدولہ کے انتقال پر ۱۸۳۷ء میں گوالی یعنی علی گڑھ کا
جاگیردار فراسیاب امیر الامرا بنا۔ اس کے مد مقابل فیروز پور کا جاگیردار
محمد بیگ ہمدانی، امیر محمد کامرزا شفیق اور کئی دوسرے جاگیردار تھے۔ جلد ہی مرزا
شفیق اپنی ریشہ دواتیوں میں کامیاب ہو گیا اور اس سے تین سال بعد فراسیاب
کی جگہ لے لی۔ اور فراسیاب کو خاموش بیٹھنے والا تھا۔ وہ جلد ہی مرزا شفیق
کو ہٹوا کر دوسری بار امیر الامرا بنا۔ مگر اپنے مخالفوں سے سخت مخالفت تھا۔
اس نے اپنی مدد کے لیے وسط ہند کے مرہٹہ سردار مادھو راؤ سیندھیا کو دہلی

آننے کی درپردہ دعوت دی۔ مادھوراؤ لشکر بے کبر دہلی کی طرف بڑھا۔ اسی
 اثنا میں ایک جاگیر دار نے افراسیاب کو قتل کر دیا۔ ۸۵ء و ۸۶ء میں مرہٹے
 و دکناتے ہوئے دہلی میں داخل ہوئے۔ محمود شاہ عالم ثانی نے مرہٹہ پیشوا کو
 وزیر مملکت اور سینہ صیہ کو اس کا نائب تسلیم کر لیا۔ دو سال بعد علام قادر پور
 نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے قلعہ کی دولت ہمیشہ کر۔ ۱۰ اگست ۱۷۷۷ء کو کسٹھ
 شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نکلوا دیں۔ شہزاد یوں کی جامہ تلاشی ہی نہیں بلکہ
 انھیں ننگا کر کے جسم کی تلاشی کی گئی۔ بعض کوٹا چنے پر غیور کیا۔ ناپینا شاہنشاہ
 کو پانی کی ایک ایک گھونٹ اور حیلوں کی ایک ایک مٹھی کے لئے ترسایا اور
 تڑپا یا گیا۔ اس موقع پر شاہ عالم ثانی نے جو آفتاب نکلے کر تے تھے حسب حال ایک
 غزل کہی جس کے چار شعر ہیں:

آفتاب فلک رفت و شاہی بود عم

بر در شام زوال آہ سیا کاری ما

چشم نا کندہ شد از دست فلک بہتر شد

تا نہ بینم کہ بود غیر ہسارتاری ما

مادھوجی سینہ صیہ فرزند جگر بندہ است

ہست مصر و دست تلاشی ستمگاری ما

اصف اولہ وانگریز کہ دستور من اند

چہ عجب گہرہ نمایستد مدد گاری ما

بالآخر مرے آئے۔ غلام قادر روہیلہ نے راہ فرار اختیار کی مگر جلد ہی

گرفتار کر لیا گیا اور ۱۳ مارچ ۱۸۶۹ء کو مرہٹوں کے ہاتھوں اس طرح تگہ بونی

ہوا کہ اس کا ایک عضو بدن کاٹا کر اسے ٹپتا پھوڑ دیا جاتا اور کچھ دیر بعد

دوسرا عضو کاٹ کر قفس میں دیکھتے یہ ۱۱۶۹۷

یہ روح فرسا اور عبرت ناک واقعات اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے

جب جواں سال شاہ محمد رمضان دہلی میں تعلیم پا رہے تھے۔ بالواسطہ ان کا اثر

آپ کی ذات پر بھی پڑا کیونکہ آپ شاہ سلام اللہ صاحب یعنی المہدیؑ آپ کے خسر

بن چکے تھے اور ان کا براہ راست قلمی سے تعلق تھا۔ تاریخ اسلام میں

۱۵۱۱ء خراش واقعات کی تفصیل انگریزی میں پرسیول پیٹر کی کتاب "ٹوٹی

لائٹ آف دی مغلز" اور اردو میں مرزا علی رضا مخزوم مراد آبادی کی کتاب

"تاریخ عبرت افزا" میں ملاحظہ ہوں۔ ثانی الذکر کتاب روزنامہ کی شکل میں

ہے جو مرتب نے شاہ عالم ثانی کے ولی عہد مرزا جہاندار شاہ کے مصاحب مولوی

خیر الدین خاں گویا سوری کی تحریروں سے مرتب کیا۔

جب بھی ایسے واقعات پیش آئے مسلمانوں کے دلوں میں دنیوی جاہ و جلال کی بے ثباتی نقش ہوئی گئی اور رسم و رواج خانقہ کو فروغ ہوا۔ مگر شاہ محمد رمضان ہمیں کا طرز فکر اپنے فاضل اساتذہ کی طرح دوسروں سے مختلف تھا۔ اس انقلاب سے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دربار شاہی اور طبقہ امرا سے جیسے دن کی توقع عبث ہے۔ انہوں نے اس وقت کے شہری تمدن کو روح اسلام سے عاری پایا اور اس کے مردہ جسم میں روح نبیات پھونکنے کو اللہ پر اور اپنے فاضل اساتذہ پر چھوڑ کر اپنی زندگی دیہاتیوں کے فکر و عمل میں انقلاب برپا کرنے کے لیے وقف کر دی۔

دہلی سے سند فراغت لے کر شاہ محمد رمضان انڈیا

سال کی عمر میں اپنے وطن ممبئی چلے گئے اور اپنی تحریک

مزید استفادہ

کا آغاز کیا۔ ساتھ ساتھ مطالعہ جاری رہا اور علماء و مشائخ وقت سے مزید استفادہ

بھی کرتے رہے۔ زندگی کے مختلف حصوں میں آپ نے جن ستراتجیوں سے

فیض پایا ان میں حضرت شاد عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے بنیادی شاہ

عبدالقادر کے علاوہ مسات نام قابل ذکر ہیں:

۱۔ سید محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پنی؟ حضرت ہادی ہربانہ کے

اور میں سوانح نگار شیخ محمد عظیم الدین صدیقی الہمی نے اپنی تصنیف میں اعتقاد
 میں آپ کا نام سید محمد عظیم لکھا ہے لیکن بعد کے سوانح نگاروں نے اور شجرہائے
 طریقت میں ہر جگہ سید عبدالعظیم لکھا ہے۔ چنانچہ روحہ الرضوان اور نقیب الاولیاء
 میں عبدالعظیم لکھا ہے۔ سید محمد عبدالعظیم گیلانی کی ولادت لاہور میں ہوئی۔ وطن
 کو خیر یاد کر کہہ کر آپ نے پانی پتہ کے محلہ انصاریاں میں اقامت اختیار کی اور
 وہیں ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء میں انتقال ہوا۔ سلسلہ قادریہ میں سید محمد عبدالعظیم
 گیلانی کے پیر طریقت سید حفیظ اللہ قادری (سکنہ بڑی کھاڑ علاقہ ماروڑ)۔
 متوفی ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ، ان کے پیر و مرشد شاہ عبداللطیف، ان کے
 شیخ بادشاہ، ان کے شیخ فتح محمد قادری، ان کے شیخ الہ داد، ان کے شیخ
 عبدالقادر ثالث، ان کے سید محمد غوث، ان کے شیخ تہیں المعابدین، ان کے
 سید عبدالقادر ثانی، ان کے شمس الدین ان کے مخدوم شامیر، ان کے سید
 میر غلی، ان کے سید مسعود، ان کے سید صوفی، ان کے سید ابوالنہر، ان کے
 سید سلیمان الدین عبدالوہاب اور ان کے پیر و مرشد اور والد حضرت عبدالقادر
 گیلانی قابض سرہ العزیز تھے۔

حضرت یادٹی ہر پانہ نے سید محمد عبدالعظیم گیلانی پانی پتی سے طریقہ

امامیہ، وہابیہ اور قادریہ میں بیعت کی۔ سید صاحب موصوف نے اپنی تصنیف مصباح السالکین کا ایک قلمی نسخہ حضرت ہادی ہریانہ کو دیا تھا جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ واضح رہے کہ حضرت شاہ مجدد عثمان کے والد کا نام بھی شاہ عبدالعظیم تھا اور آپ کے ایک خلیفہ شیخ محمد عظیم الدین حندی تھے۔

۴۔ شاہ علام جیلانی عدیری (۱۷۵۰ء - ۱۸۲۰ء) : حضرت شاہ بدرالدین چشتی قادریؒ کے یہ خلیفہ اکبر زہد و تقا میں شیخ وقت تھے۔ آپ ایک کثیر التعمیرت بزرگ تھے۔ آپ کی ایک تصنیف جو پانچ سو سے متعلق مرحوم حافظ محمد شیرانی اور بیٹل کالج میگزین لاہور کی فروری ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں :

”یہ پانچ سو پانچ ٹیپٹ ہریانی زبان میں لکھی گئی ہیں اور فن کی رو سے ان پر نظر ڈالتے ہوئے پلانٹائل کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک پانچ سو شاعری کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ہندی گو شعرا کے طبقے میں ایسے پاکیزہ خیالات و شریعت جذبات کے ترجمان بہت کم شعرا ہوئے ہیں۔ کبیر اور بھٹ شاہ کے ساتھ ان کا نام بھی لیا

جاسکتا ہے" (عین ۲۴)

حضرت ہادی ہر یانہ نے آپ سے منتخب الاعمال خلافت الاعمال

جو اہر دو اہر، امراہ سالاری، جو اہر تفسیہ اور لطائف السلوک وغیرہ

کی اجازت پائی نیز سلسلہ قادریہ چشتیہ، زاہد اور سہروردیہ میں

بیعت سے مشرف ہوئے مگر باقاعدہ خلیفہ نہ تھے۔ شام غلام جیلانی کے

نام شاہ محمد رمضان کا ایک فارسی مکتوب شرح چوپایاں سلوک رشاح؛

حافظ انور علی رہی میں نقل ہوا ہے۔

۳۔ حکیم غلام حسین عرش حکیم سکھو اگو ہادی؟: آجکل گو ہارہ ضلع بہتک

کی تحصیل ہے۔ آپ نے حکیم گو ہادی سے طریقہ صابریہ کی خلافت اور

حزب البحر کی اجازت پائی۔

۴۔ سید غلام قطب الدین فرخ آبادی: قلندری سلسلہ کے بزرگ

تھے۔ آپ سے قلندریہ قادریہ سلسلہ کی اجازت پائی۔ مسالہ حدت الوجود

سے حضرت ہادی ہر یانہ کی دلچسپی آپ ہی کی توجہ سے ہوئی۔

۵۔ شاہ ارادت اللہ: راجستھان میں علاقہ مارواڑ کے قصبہ

بگڑ اسلام کے رہنے والے تھے۔ آپ سے ابوالعلائیہ سلسلہ کی

اجازت و خلافت پائی۔

۶۔ حضرت شاکستہ خاں دہلویؒ: آپ سے طریقہ الحمد وغیرہ کی تعلیم پائی

۷۔ میر فتح علی شاہ دہلویؒ۔

۲ شخصیت اور سچی زندگی

ہادی ہر پابند حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی تحریک کی کامیابی ہیں
آپ کے خاندان کی پانچ سو سالہ دینی خدمات اور شاہی اعزازات مناصب
ضرور مد ہوئے ہوں گے۔ آپ کا خاندان ہم اور دہشک میں اپنے پنانے
ہوئے قلعوں میں رہتا تھا۔ ان قلعوں کا آئین اکبری میں بھی ذکر ہے۔ ع ۲۹۲
ج ۲ (بیرٹ) یہ قلعے باقی آبادی سے بہت پائری پہ واقع ہیں۔ ان کی تفصیلات
ہنگام آبادی ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے جزوی طور پر منہدم کیا دی تھیں
قلعہ ہم بعد میں محلہ قصبات اور برطانوی عہد میں محلہ پیر زادگان کے نام سے
مہرودت ہوا۔ قلعہ بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ لوگوں کو معلوم تھا کہ
اس خاندان کے دستِ حق پرست پر ان میں سے بیشتر کے اجداد حلقہ بگوش
اسلام ہوئے تھے۔

آپ کا قدمیانہ تھا۔ بازئیوں کے اعتبار سے ساونٹا تھے یعنی بازو
 اتنے طویل تھے کہ انگلیاں قریب قریب گھٹنوں کو چھو سکتی تھیں جسم پھرداں
 تھا۔ رنگ گندمی۔ پیشانی چوڑی، ابرو کشادہ، سپتہ تراخ اور ریش متعلقہ تھی
 اس کتاب کے شروع میں ہم نے حضرت ہادی ہر پانہ کی شبیہ مبارک کا عکس
 دیا ہے۔ پیرزادہ ابراہیم علیہ السلام (۱۸۹۱-۱۹۰۰-۱۹۱۹) اسی خاندان سے تھے اور
 شاہ محمد رمضانؒ کے نواسے اور آپ کے برادر اصغر حضرت شاہ
 محمد اسماعیل شہید لہمیؒ کے پوتے کے پوتے تھے۔ انہوں نے ایک موقع پر راقم
 سے فرمایا کہ دہلی میں مسطوروں کا ایک خدیم خاندان تھا جس کے ایک فرد نے
 اپنے ہاتھ سے حضرت شاہ عبدالعزیز عتد دہلویؒ اور ہادی ہر پانہ شاہ صاحبؒ
 کی جہا جہا تصویریں بنائیں۔ جب دہلی میں کیمبرے کا چلن ہوا تو اس مسطور کی
 اولاد میں سے ایک شخص محمد شفیع نے شاہ محمد رمضانؒ کی اس دستی تصویر کا فوٹو
 لیا۔ اس فوٹو کی دو کاپیاں ان محمد شفیع فوٹو گرافر دہلی سے پیرزادہ مرحوم نے
 ۱۹۱۳ء میں حاصل کیں۔ پیرزادہ صاحب مرحوم کاغذ کے ایک ایک پرزے
 کو منہ ہال کر رکھتے اور اسے ہوانہ لگنے دیتے تھے۔ ان کے انتقال پر
 شاہ محمد رمضانؒ کی شبیہ مبارک کے دونوں فوٹو پیرزادہ صاحب کے ارباب میں

سے بہ آئندہ ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے نیچے لکھا ہوا ہے ”شبیبہ مبارک
 میاں رضال شاہ نسیمی“ اور پشت پر تصویر کش کے دستخط ہیں: خاکسار محمد شفیع
 تو ٹوگرا فرد ہئی ان میں سے ایک کا عکس ہم نے اس کتاب کے شروع میں دیا ہے
 کیونکہ اس کی اشاعت سے اب کسی فتنہ یا شرک کا اندیشہ نہیں لہذا ہم نے اس
 کی اشاعت کو گوارا کر لیا۔

حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الرستیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہزاروں کو اس
 کا سفر کیا، اچھی سے اچھی مخلوق الہی نظر سے گذری مگر آپ کی ظاہری صورت
 کا بھی کوئی انسان نہ دیکھا۔ باطنی اوصاف تو کجا“ سفر حج کے یہ تشریف لے
 گئے۔ آپ کے رفقا میں سے جو واپس آئے۔ بیان کرتے تھے کہ آپ کی
 وجاہت و شہادت کو دیکھ کر بعض سرگوشیاں کہہ چکے تھے کہ ہندوستان کا
 بادشاہ ہے۔ جو درویشوں کے لباس میں آیا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ ریڈی ٹنٹ دہلی مسٹر اکثر لونی اور مسٹر ولیم فریزر کو حضرت شاہ
 عبدالعزیز محارث دہلوی کا وعظ سننے کا شوق ہوا۔ شاہ صاحب بوضوح نے
 اپنے وعظ میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کے فضائل اور مناقب

۱۰۰ روئے الرضوان ص ۶۱ کہ ایضاً ص ۶۰

بیان فرمائے۔ اختتام و غلطی پر آکٹر لونی نے دربانہت کیا کہ کیا اب بھی مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جو صحابہ کے مشابہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔ انہوں نے شوق زیارت کا اظہار کیا۔ تاریخ مقرر ہو گئی۔ ہم سے شاہ مجددہ رمضان کو کولوا کر اندر بٹھایا مگر انہیں کچھ نہ بنایا۔ اس روز مدرسہ میں ایک جم غفیر موجود تھا۔ آکٹر لونی بھی آئے تھے۔ حضرت محدث دہلوی شاہ محمد رمضان کا ہاتھ پکڑنے باہر نکلے اور فرمایا ”میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ مثل اصحاب کرام یہ کتاب میاں محمد رمضان صدیقی ہمیں ہیں“ مجمع میں سے کسی نے پوچھا کہ مثل اصحاب کرام در سیرت یا در صورت؟ آپ نے فرمایا ”ہم در صورت و ہم در سیرت“ اس وقت حضرت ہادی ہریانہ پر رقت نظاری ہو گئی اور روتے ہوئے فرمایا کہ ہاتھی کا بوجھ گھوڑے پر رکھا جا رہا ہے۔

خوش نصیبی سے آپ کی نجی زندگی کے بعض واقعات ایک نظمی کتاب ”حالات خواتین“ میں مل جاتے ہیں۔ یہ کتاب اب سے نصف صدی پیشتر آپ کے بھتیجے اور دختر کی پوتی محترمہ عائشہ بیگم مرحومہ (والدہ پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم) نے لکھی تھی۔ اگر یہ شائع ہو جائے تو سوانحی ادب میں

ایک نادر اعنارفہ ہوگا۔ عام گھریلو باتیں اس طریق پر لکھی ہیں کہ آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نقشہ آجاتا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تقریباً ڈیڑھ صدی کی خواتین کا حال لکھا ہے اور اس زبان میں لکھا ہے جو اس عرصہ میں گھروں میں بولی جاتی رہی۔ اپنی دادی یعنی حضرت ہادی ہریانہ کی دستری بی خدیجہ (۱۸۱۱ء - ۱۸۹۷ء) کی زبان میں لکھی ہے۔ تو میں

ہماری ہیں :

”میری ماں زوجہ شاہ محمد رمضان (ایک پابوسوت روڑ کاتا کر تھیں۔ سوت کات کر پارخانہ بنواتیں جس کا پتہ بھارت اور بھونے سوت کی انگلیہ پتھتیں اور اس کا دوپٹہ اوڑھتیں پیرے باوا جی حضرت ہادی ہریانہ) لکھ گئے تھے۔ برس ما آئے تو میری ماں کو دادی اور والدہ شاہ محمد رمضان آتے بلایا۔ میں بھی دہلی سے۔ جہاں شاہ محمد رمضان کے خسر حضرت شاہ سلام اللہ علیہ علیہ میں شہزادیوں کی تعلیم پر نامور تھے، ہم ما آگئی اپنی ماں کے ساتھ۔ مھارے فجر تو بچنے کی روٹی پکی۔ چھا سے کھائی۔ شام کو دیا ملا تو میں اپنی بہن سے یوں پوچھنے لگی

یو بویہ کیا ہے۔ اس نے کہا یہ دیا ہے۔ میں نے کہا میں نہیں
کھاتی اور لگی رونے پٹینے کہ میں تو گوشت کھاؤں گی۔ میری
دادی رہادی ہر پانہ کی والدہ متوفیہ ۱۹۸۳ء (۱۶) کہنے لگی چھوری
کیا کہے ہے..... میری ماں تو بولی نہیں۔ میری بہن نے کہا
اجی یہ تو گوشت روٹی مانگے ہے۔ میری دادی نے کہا پڑی رہنے
دے موٹی کو۔ چٹوری بن گئی مانا کے رہ کے۔ اتنے ما میرے
باوا جی (حضرت ہادی ہر پانہ ۷) باہر سے آئے اور پوچھنے لگے
یہ کیوں زمین پر پڑی رو رہی ہے؟ میری بہن نے کہا باوا جی ہم
نے اسے بہت ہی کہا یہ نہیں مانتی۔ کہوے ہے میں تو گوشت
کھاؤں گی۔ جب باوا جی نے کہا 'آبی بی تجھے گھی اور گڑ دلو اوں۔
چل اماں جی کے پاس'۔ مجھے اٹھا کے لے گئے اور دادی سے
کہا 'اماں جی یہ تمھاری بیٹی تو دلہ نہیں کھاتی اسے گھی اور گڑ
دے دو۔۔۔' دادی نے کہا 'سوٹی کے آگ ڈال۔ یہ تو بیٹیا باگڑ
جاگی' باوا جی نے کہا 'اماں جی ایک دو دن ہیں اہل کی عادت
سنور جاگی۔ پھر جو تم دوگی دہی کھا دے گی'.....

اب دیکھیں، نو برس کی ہوئی تو باوا جی نے دوسرے کے حج کی طیاری کی تو دادی نے کہا، بیٹیا میں کدھی اجازت نہ دوں گی، بیٹی کا بیاہ کر دے تو جانے دوں گی، باوا جی نے کہا، اچھا اماں جی جو تم حکم کرو میں وہی کروں گا، وہ گیارہ مہینے باہر رہتے۔ روزوں ماگھر آتے۔ اب کے آئے تو دادی سے پوچھا، اماں جی خدیجہ کی سگائی کہاں کرو گی؟ کہنے لگی، سگائی کو کیا باہر جاؤں گی۔ گھر ماچھو کرا ہے۔ تیرے بھائی کا بیٹا شاہ صاحب! لہنی رہا بن شاہ محمد اسماعیل شہید (رحمہم) اس سے کروں گی، پوچھا کیا بھائی نے کہا ہے یا تم آپ کہو گی؟ جواب دیا بیٹا میرے جینے جی کون تو اولاد کا ہے اور کون تیرا بھائی۔ میں آپ کروں گی۔

اب میری بری دان کا ذکر ہوا تو میرے باوا جی (شاہ محمد رمضان) نے کہا، میں تو یہ دان دوں گا، ایک پیڑھا کاٹ کا، چکی، تنکیہ بکری کے چمڑے کا جس کے اندر کھجور کے پینے ہوں گے، یوریا، مسواک، بوتے، ستر پیوندگی چادر، دادی نے پوتے اور پوتی کا دان نکالا۔ تین سو کا زلیور

سو بڑھ سکے اور ہسٹنٹا سب سے بہتر دیکھے سارے شہر کی دعوت
 ہوئی۔ جہاں اب خانقاہ ہے وہاں وہیں چڑھیں اور چالیس
 گایاں کہیں۔ پلاؤ کی روٹی ہوئی۔ ایک محلہ ہر روز آکر کھاتا۔ اپنا
 محلہ بھی ہر محلہ سے ساتھ کھاتا۔ (صفحات ۱۰۲)

بعض واقعات

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان مہدیؒ کی شہادت کو آج ایک سو اڑتیس سال گزرا جا رہے ہیں مگر آپ کے خاندان کے افراد اور عقیدت مندوں کی زبان پر آپ سے متعلق سینکڑوں واقعات اس طرح آتے رہتے ہیں گویا کل کی بات ہے۔ گو بہت سی زبانی روایتیں بھی بے اصل نہیں مگر ہم انہیں نظر انداز کرتے ہوئے انہیں الاعتقاد اور وقتہ الرضوان سے چند واقعات یہاں نقل کرتے

ہیں :

- ۱۔ آپ کے خلیفہ شیخ عظیم الدین کو آپ کی سوانح حیات لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ قلم دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "حالات مانگنا ہاں امت" اور میرے حالات زندگی میں گناہوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔
- ۲۔ ایک روز وہی ہیں مجمع کثیر میں سرگرم و عطا نصیحت تھے۔ ایک قاصد آیا۔ اور

آپ کے اکلوتے خورد سال فرزند کی وفات کی خبر سنائی۔ سن کر ابدیدہ ہو گئے اور فرمایا محمد اللہ آنحضرت کی یہاں بھی پیروی ہو گئی اور پھر وعظ میں مصروف ہو گئے۔

۳۱۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہ محمد رمضانؒ کا پتہ دریافت کیا اور کہا کہ رو یا میں ایک بزرگ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جنولہ لانے دیجھا میری التجا پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ محمد رمضان ہیں۔ شاہ محمد اسحاق نے فرمایا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں مگر ان کا رانا قشا نہ کرتے پھر۔

۳۲۔ بارہ وفات کے موقعہ پر درگاہ فارم شریف دہلی ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ وہاں جاتے جاتے سواری کو لوٹا دیا۔ سوئے اتفاق اسی روز جمعہ یں گڑ بڑ ہو گئی اور اٹھارہ آدمی مر گئے۔

۳۳۔ ہریان کے اکثر مشفق بائنت کا فیصاہ آپ ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دہلی کے نور بانوں کے خاندان کا ایک تنازعہ کا فیصلہ فرمایا۔ قوم کے چودھری نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ نور بانوں نے آکر التجا کی تو آپ کے منہ سے نکل گیا کہ ہم نے تو شریعت کے مطابق فیصاہ کر دیا جو نہ ماننے کنویں میں پڑے

خدا کی قدرت چنانہ روز پور و دہلی دھری کہیں چار ہا تھا۔ راستے میں تانی تہی
 ہوئی ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ دوسری طرف ہوا۔ وہاں کنواں تھا۔ اس میں گہ
 کہ مر گیا۔

۶۔ ایک روز آپ بھلی ہیں سوار ہو کر قلعہ دہلی میں عیافت کے لیے جا
 رہے تھے۔ داخلہ کا انتظام لاہور دروازے سے تھا۔ ابھی چاندنی چوک
 دہلی کا ایک کشادہ پاتا ہا ہیں پہنچے تھے کہ ایک کھیل پوش درویش نے بھلی پو
 ہاتھ رکھ دیا، آپ نے گاڑی بان کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ درویش موصوف تھوڑی
 دیر نگاہ سے نگاہ ملا کر فتح پوری کی طرف چل دیے۔ زبان سے کچھ نہ کہا۔
 قلعہ کے قریب پہنچ کر آپ نے گاڑی بان سے فرمایا کہ دہلی دروازے سے
 اندر چلو۔ جب دہلی دروازے پر پہنچے تو شاہی کارندوں نے معذرت کی
 کہ آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ اطلاع تو لاہور دروازے کی دی گئی تھی مگر اسی
 دروازے سے بادشاہ سلامت سے ملاقات کے لیے یہی بیڑی ڈنٹا آرہے
 ہیں لہذا اس دروازے سے عام آمد و رفت بند کر دی گئی، آپ نے فرمایا
 ہم ادھر گئے ہی نہیں۔

۷۔ ایک روز دوجانہ سے موضع کا منور تشریف لے کر آیا ہے تھے راستے

میں دیکھا کہ ایک ہندو جاٹ درد سے تڑپ رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا "تو رام تو ہے نہیں جو پوچھ کر مجھے اچھا کر دے گا۔ پھر بتا کے کیا کروں" آپ نے گاڑی سے اتر کر دیکھا تو اسے تارونے کا مرض تھا۔ آپ نے کلام ربانی پڑھ کر دم کیا۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ جاٹ دعائیں دیتا ہوا گاؤں کی طرف چلا گیا۔ بلند آواز میں کہتا جاتا تھا کہ جسے رام دیکھنا ہو دیکھ لے یہ جا رہا ہے۔ گاؤں کے چھوٹے بچے اس "رام" کے درشن کو نکل آئے اور آپ کی بہیلی کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طاقت رام میں ہے نہ مجھ میں۔ فقط اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

۸۔ دہلی کا انگریز ریڈی ڈائٹ ولیم فریزر ہندوستانیوں سے بہت میل جول رکھتا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے قتل (۱۸۳۵ء) میں اعانت کے جرم میں مرزا داغ دہلوی کے والد نواب شمس الدین خاں والی فیروز پور چھپرہ کو پھانسی دی گئی تھی۔ عوام اسے فریڈوں اور فریدن کہا کرتے تھے۔ اس انگریز حاکم نے جو ان دنوں نائیب ریڈی ڈائٹ تھا ضلع رہنک کے موضع گنگگانہ کی ایک قبول صدرت ہندو جاٹنی کو اغوا کر کے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ اس اغوا پر مسلمانوں اور ہندوؤں میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ فریڈوں نے حضرت

شاہ محمد رمضانؒ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنے مریدوں کو بد امنی سے باز رکھیں
 آپ نے اس معاملہ میں پڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا جاٹنی والیں ہونی چاہیے
 اس پر ناما ض ہو کر فریڈر نے حضرت ہادی ہر یاہ کے والد کی وہ جاگیر ضبط کر
 لی جو بھلینی سرحد اور اس کے توابعات ماتو اور سارنگ پر مشتمل تھی۔ فقط بھلینی
 پنجابی لفظ ڈھوک کا ہم معنی ہے۔ یہ بھلیاں ہم سے چار پانچ میل کے فاصلہ
 پر ہیں اور نواب دو جانہ عبدالصمد خاں نے ۱۸۰۸ء میں شاہ عبدالعظیم مخدوم
 کو بطور نذر پیش کی تھیں۔

ولیم فریڈر نے جس بندو جاٹنی کو اغوا کیا تھا، اس کا نام سُرُون تھا۔
 ہر یاہی زبان میں سرون کا گیت اب تک مقبول ہے۔ ہمارے پاس اس
 گیت کا وہ قلمی نسخہ ہے جسے مرحوم حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج
 سیگز میں لاہور کی اشاعت فردی ۱۹۳۲ء میں نقل کیا۔

سُرُون کا گیت

دھڑکنکنے سے چلا فریدن، پانچوں پیر منائے پانچوں پیر منائے
 پانچ مقام دلی میں کر کے چٹا گنگانے گاؤں رب جلتے چٹا گنگانے گاؤں

دھولے کنویں پر تٹیو تانا، سروں ملتی تانا، رب جانے سروں ملتی تانا
 گللی گللی چھڑا ہی پھر گئے۔ گھر گھر تھا نیدار۔ ترا مر لو تھانے دار۔
 کہے فریدن گام سے لے سن لے سارا گام۔ ترا مر لو سارا گام
 جو کوئی سروں بھال لگا لے۔ ہاتھی دوں انعام۔ رب جانے ہاتھی دوں انعام

کسی بیری نے بھال لگائی، سروں کھیت کو جائے۔ رب جانے سروں
 سر پہ چھڑا ہاتھ ماہ درانتی، باجرہ کاٹن جائے۔ ترا مر لو باجرہ
 باجرہ کاٹتی سروں پکڑی، درانتی ڈھونگے ماہ۔ ترا مر لو
 سروں رو دو گال ستائے، ہنس ہنس ٹالے تھانیدار۔ ترا مر لو تھانیدار

ہاتھ ماہ سلوا، بیلوے میں گنگھی، سس گندھا دن جائے۔ رب جانے
 اپنا تو ہررا گوند نانی کے، سانپ لہریے کھائے۔ ترا مر لو
 نایاں کے گھر، سروں علیٹی، باہر بکالے تھانیدار
 سروں رو دو گال ستائے، ہنس ہنس ٹالے تھانیدار

ہٹا سٹا گوندے نانی کے۔ ہٹا ڈالو جا ہی ترا مر یو
 مٹا ہے تو مل سے جاتی کے، پتھر کیا ہو تریاہ
 بھائی بھیناں سب تو مل گئے، امی چند ملتا ناہ
 گام گنگا نے سولہ سو بیسویں، امی چند اوتا جا ترا مر یو

دھرتی کا بیٹھنا چھوڑو سے ری سرورن، سوندھے کا بیٹھنا لے
 اوڑھتی کا اوڑھنا چھوڑو دی ری سرورن، ٹوپی کا پہنا لے
 گھگرا، آننگی پہرنا چھوڑو سے ری سرورن؛ سائے کا پہرنا لے
 چپکا بیٹھنا چھوڑو سے دی سرورن، گانا بجانا لے
 سترم لاج کو چھوڑو سے ری سرورن، ہاتھ ملانا سیکھ

ہریانہ کی حالت

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے عالم شہروں کو اپنا مرکز بنا لیا ہے۔ یہاں خیالی کی اشاعت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اجڈ گنوار دیہاتیوں کی سطح پر آکر اشاعت دین کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ مصلحتوں کے ابتدائی مخاطب بھی ذی شعور لوگ ہوتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ عوام میں شریک پھیل جاتی ہے۔ ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید نے بھی شہروں کو نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ نماز جمعہ اکثر دہلی میں ادا کرتے اور دہلی و غنڈا بھی کرتے۔ کرنال، حصارہ، لہنڈک، گوڑہ، گانڈوں، منتری، اتر پدیش (ریوپی) اور راجستھان کے اکثر شہروں میں آپ کی مشعل و غنڈا تلقین منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ تاہم آپ کی زیادہ توجہ ہریانہ، سوات اور میوات کے دیہات کی طرف تھی۔ ضلع حصارہ کے اکثر حصے، ضلع دہنڈک کے ضلع حصارہ اور دادری اور

دو چاند کے بعض حصوں پر مثل علاقہ کو ہریانہ کہتے ہیں۔

اصلاح رہتک، حصار اور ان سے ملحقہ دوسرے اضلاع کے بعض حصوں کو جہاں حضرت ہادی ہریانہ کی تحریک زیادہ موثر ثابت ہوئی ہم آگے کے صفحات میں مہولت کے لیے ہریانہ سے موسوم کریں گے۔ ہریانہ میں کسی زمانہ میں بھی مسلمان کل آبادی کا بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہوئے۔ چند دیہات میں مسلمان اکثریت میں تھے باقی ہر گاؤں میں دو دو چار پارہ مسلم گھرانے تھے۔ اس علاقہ میں بلوچ، پٹھان اور عربی النسل مسلمانوں کی مہولی سی تعداد تھی۔ باقی مسلمانوں کے آبا حضرت ہادی ہریانہ کے اجداد اور دوسرے بزرگان دین کی مساعی سے مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں راجپوتوں کی تعداد زیادہ تھی۔

ہادی ہریانہ کی اصلاحی تحریک کا آغاز ۱۷۹۶ء میں ہوا۔ یہ تحریک اہمیتیں سالی تک اپنے بانی کی رہنمائی میں چلتی رہی۔ اس عرصہ کا بیشتر حصہ اور اس سے پہلے کے کچھ سال کو ہریانہ کا دور بدامنی کہنا مناسب ہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۱۳ء کے ٹریج ۱۳ ص ۱۵ اور ایسیکریٹیکا انڈوسلیب کا ۱۳-۱۹۱۳ء

پایہ تختہ کے قرب اور صوبہ دہلی کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے اس کا
 نظم و نسق اچھا رہا۔ مغل حکمرانی کے عہد پیری میں بادشاہ کے وکیل مطلق
 ریجنٹ کی حیثیت سے ۱۷۸۵ء میں علاقہ دہلی کا انتظام مرہٹوں کے
 ہاتھ میں چلا گیا۔ ان کی سکھوں اور جاٹوں سے روز روز کی لڑائیوں نے
 علاقہ کا امن تباہ کر دیا۔ میرٹھ کے مرہٹہ گورنر اپنا کاٹھی راجہ کے انتقال
 پر اس کے منہ بولے بیٹے اور فوجی سردار چارج طاس نے اپنی خود مختاری
 کا اعلان کر کے ۱۷۹۸ء میں ہالنسی کو اپنا صدر مقام بنا یا۔ شاد محمد رمضان
 کا وطن مہم بھی اسی کی حدود مملکت میں تھا۔ کئی خوزیرہ لڑائیوں کے بعد مرہٹوں
 نے اسے گرفتار کر لیا (۱۷۸۰ء)۔

اگلے سال ۱۸۰۳ء کو مرہٹوں کو شکست دے کر انگریز دہلی
 میں داخل ہو گئے۔ انگریز سپہ سالار لارڈ لیک پیش قدمی کر کے سکھوں
 سے ٹکرنے لیتا چاہتا تھا۔ اس نے یہ علاقہ اپنے وفاداروں میں تقسیم کر
 دیا۔ روہتنگ اور مہم کا علاقہ پہلے ہادی ہریانہ کے خاندان کے سپرد آوردہ
 نزد متفقہ الدولہ محمد احسان خان بہادر نصرت جنگ کو پیش کیا گیا۔ ابن مہتمی
 عبدالرحمان ابن مہتمی محمد جعفر ابن مہتمی بیب اللہ علی اللہی انہوں نے اس پیش کش

کو قبول نہ کیا تو یہ علاقہ پہلے نواب معین الدین خاں پھرنوب احمد بخش خاں
والی لوہاروا اور ۱۸۰۶ء میں نواب عبدالصمد خاں بانی ریاست دو جانہ کو
علا۔ چواکس پر ۱۸۰۹ء تک حکمران ہے۔ آخر المذکر نواب حضرت
شہاد محمد رمضان کی اصلاحی تحریک کے پر زور حامیوں میں سے تھے۔ انہوں
نے حضرت ہادی ہریانہ کے والد بزرگوار شاہ عظیم کو رسم کے فواج میں
ایک جاگیر نذر کی۔ یہ جاگیر بھینی سرجن، ماٹو اور سارنگ پشمل تھی۔ اس
عہدہ بدستوری میں نواب عبدالصمد خاں بھی اس علاقہ کا انتظام نہ کر سکے۔
سکھوں نے اس علاقہ کو روند ڈالا اور عموماً نواب نے یہ عظیم ہنگرینوں
کو واپس کر دیا۔

۱۸۰۹ء میں ہریانہ پر اہ راستہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آ گیا
اور صوبہ دہلی کا حصہ قرار پایا۔ صوبہ دہلی کے انگریز حاکم اعلیٰ کو ریڈی ڈنٹ
کہتے تھے۔ یہ کسی قاعدے کے ماتحت نہ تھا۔ اس کی صوابدید پر صوبہ کے
انتظام کا اٹھارہ تھا۔ اس کے تین سے چھ انگریز نائبین ہوتے جو اپنی تاخیر
کاری اور کم عمری کے باعث کسی بھی انتظام کو چلانے کے ناممکن تھے۔
۱۸۱۵ء میں سول گورنٹ کا صدر مشکل میں سال کا ہوگا ... نویداری

کی عدالت کا صدر اس سے کبھی چھوٹا تھا۔ ان نو عمروں نے علاقہ میں وہ اہم
چھائی کہ لوگ سکھوں اور مرچٹوں کے مظالم بھولی گئے۔

تمام تہا و عدا لیتیں قائم ہوئیں تو جھوٹا فریب اور رشوت ستانی نے
زیخ پایا۔ قدیم پنجابیتوں اور قاضی کی عدالت کے برخلاف ان اعتدالی
عدالتوں میں مقدمہ یا نڈوں کو جھوٹ بولنے کی تربیت دینے کے لیے
وکیل مل گئے۔ پنجابیت کے سامنے ایک شخص آسانی سے جھوٹ نہ بول
سکتا تھا کیونکہ حاضرین اس کی زندگی بھر کے اقوال و اعمال سے بخوبی آگاہ
تھے۔ اگر وہ صداقت سے انحراف کرتا تو اس کا پٹوسی بخوبی اس کی تردید
کرتا۔ لیکن اب دور دراز عدالت ہیں کوئی بھی باریک بین اور چوکنا پٹوسی
نہ ہوتا جو اسے راہ راست پر رکھتا۔ کوئی باغیر مجمع نہ ہوتا جو شاہانہ یا لٹ سے
رواں تبصرہ کرتا رہتا۔

عدالتوں کے ساتھ پولیس آئی جس سے متعلق اس زمانہ میں لارڈ منسٹرک
نے اوپر کو لکھا۔ پولیس کا انتظام بے حد حساب نظاما ہے۔

۱۹۲۲ء پر سیول پیسیر: ٹوی لائٹ آف دی سنٹریل ص ۹۲

۱۹۲۵ء ٹوی لائٹ آف دی سنٹریل ص ۹۲ ۱۹۲۵ء ٹوی لائٹ ص ۹۵

لے کر یہ ہر کہ وہ کو تھانے میں لے جاتی جس سے لوگوں کی نظروں میں بزرگوں کی
وقت گزری۔ یہاں تک کہ بیٹگی جن سے سراسر سانی کا کام لیا جاتا تھا اپنے
اپ کو سرکار کا خفیہ افسر سمجھتے۔

بیگانہ نے لوگوں کی عزت نفس کو کچل کر رکھ دیا۔ انگریز افسران کے
کارندے اور یورپی سیاحوں میں سے ہر ایک اپنے اس "حق" کو استعمال کرتا
دیہات سے سیل گاڑی، اونٹ، دستکار، مزدور ہر ایک سے مفت کام لیا
جاتا۔ لوگ چپڑاسیوں کے بندل اٹھائے ہوئے میلوں تک ساتھ چلتے۔
کسی ملازم کی سواری آتے دیکھ کر لوگ بھاگ بھاگ کر چھپ جاتے گاؤں
سے دور گئی ہوئی عورت اپنے بچہ کے ساتھ یا اس معصوم کو کلیجہ سے لگائے
ہوئے اور ساتھ ہی کسی بڑے آدمی کا ساز و سامان اٹھائے ہوئے نظر آتی اور
یہ بڑا صاحب اتنی پر ٹوٹا ہوتا یا پالکی میں بیٹھا ہوتا۔

لیکن جس چیز نے علاقے کے لوگوں کو مغلوں کے بحال بنا دیا اسے مالیہ کا
جائز نام دیا جاتا تھا۔ کمپنی کے ابتدائی دور میں گاؤں کے مالیہ کی نیلامی ہوتی
ہوتی۔ اور دہلی کے کسی مہاجرین کے نام چھوٹ جاتی۔ کمپنی اس سے نقد روپیہ
۵ لاکھ لائٹ آف دی مغلز میں ۹۱

وصول کر لیتی اور ہا جس اناج کی صورت میں من ہانے بھاؤ پر مالیر وصول کرتا۔ اکثر حالاً
 میں جان بوجھ کر یہ زمین سودور سود کے بعد وصول ہوتا رہتا۔ زمین کا بندوبست
 زمین کی سائنس کے بغیر کیا جاتا۔ پھر وہ تبدیلیاں کر دیں۔ گاؤں کے چودھری یا کسی
 جاگیردار کے نام ٹیکہ کی بولی چھوڑ دی جائے اور دوسری یہ کہ عینس کی بجائے
 نقدی میں مالیر وصول کیا جائے۔ فصل کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا۔ اپنے
 قسمت میں سے کاشتکار کو مزید چارواچاریاں دینے ہوتے۔

(۱) یواری کا لائسنس

(۲) سرکاری ہرکاروں کی آڈیٹنگ کے اخراجات

(۳) چوکیدار کی تنخواہ

(۴) جعلی سکوں کا تازان : حکومت مالیک کے ہر شے کے ساتھ فی روپیہ کچھ رقم
 وصول کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہے جو حکومت
 کو کھوٹے سکوں سے ہوتا ہے۔

اس طرح جھلسنے والی دھوپ میں مہینوں سے قریری کرتے کے بعد کسان کے
 پاس اتنا بھی رہ بچتا تھا کہ انکی فصل تک اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ وہ
 وقت آ گیا کہ زمیندار نے کہا کہ اپنی بھتی باڑی کو دس منٹ دینے کی ہم کیوں کوشش

کوئی جیسا ہمارے غسل گورنمنٹ سے جاتی ہے جو ہر شہر سے زیادہ خون چوستے
 کی عادی ہے اور اطفالوں سے زیادہ تاہل۔ پھر بھاگ بھاگ کر دوسری جگہ
 بس جانا شروع ہوا۔۔۔ کہ نالی میں بندوبست اور سامنا کرنے کی بجائے
 دیہاتی سب کے سب بھاگ گئے۔۔۔ وفاق میں کوئی بات کرنے والا نہیں کیونکہ
 وہ بے آباد ہو گیا ہے۔ تین سالہ بندوبست کے دیہات کی فرسٹ کے سامنے
 لگانا متروک و برباد شدہ دکھا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جھوٹ اور فریب کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ خاندان کے بزرگوں
 کی وقعت کم ہوئی اور انہیں خاندان میں رہنے پڑ گئے۔ صدیوں کی گھٹی میں بڑی ہوئی
 دیہاتی خود مختاری کا خاکہ ہوا۔ اس سے پہلے سر ہٹ گدی کے زمانہ میں بعض قبائل
 خانہ جنگی میں مصروف تھے تو اب ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں حکومت کی جاہلانہ
 اور تباہ کن پالیسی کی وجہ سے ان کی جنگجو یا تہذیبی حیلوں کو جلائی اور اکثر
 قبائل کی توجہ کاشت کاری سے بٹ کر خوں ریزی کی طرف ہو گئی۔ رہنری اور
 فارت گیری کا شمار چارٹری پیشوں میں ہونے لگا۔ ہندوؤں کو رقبہ مل گیا کہ اپنے
 ہم نسل نگر تعداد میں بہت کم مسلمان خانوں اور راجپوتوں کو تہذیبی تہذیب پر

۱۰۹ د ۱۰۸ دی مقررہ صفحات ۱۰۹ د ۱۰۸

مزا چکنا نہیں۔ مسلم راجپوتوں میں سے کسی کی ایک نسل میں اسلام پر گزری تھی، اور کسی کی پانچ چھ۔ جن دیہات میں وہ اکثریت میں تھے وہاں تو ہندو حملہ آوروں کا وہاں شکر جواب دینے۔ بلکہ قوت لایوت سے مجبور ہو کر وہ گویاں بنا کر ہندو دیہات پر خورجی حملہ کر دیا کرتے۔ جن دیہات میں مسلم راجپوت اقلیت میں تھے وہ اس حد تک ہندوؤں کے ساتھ معاشرتی مصالحت پر مجبور ہو گئے کہ وہ نماز نہ پڑھتے اور شاکر دواروں میں جا کر دیہی کی پوجا کر لیا کرتے۔ مسلم جاٹ تعداد میں بہت ہی کم تھے۔ کسی گاؤں میں بھی ان کی اکثریت نہ تھی۔ انھیں اب تک مولا جاٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بیچارے اس حد تک مجبور ہو گئے کہ انھوں نے اپنے نام ہندوؤں کے سے رکھ لیے اور یہ مصالحت اتنی دیہ پا بنا بہت ہوئی کہ ڈوہ صدی گزرتے سے بعد ہم نے خود بیسیوں مولا جاٹ ایسے دیکھے ہیں جو ہیں سے کسی کا نام رام دین تھا تو کسی کا رام سنگھ یا کھد رام گر کہتے اپنے آپ کو سماں تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہریانہ کے مولا جاٹوں میں تقریباً نصف نے ہندومت اختیار کر لیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور حکومت میں علاقہ دہلی میں، جس میں تمام ہریانہ شامل تھا، جنگل کا قانون رائج تھا۔ اس بد نظمی کا حال اس زمانہ

کے ریڈی ڈنٹ - دہلی سر چارلس ٹنگاؤس سے منگئے:

”جیسے دہلی میں اتنی فوج نہ تھی کہ نزدیکی دیہاتیوں کو خوف زدہ کیا جائے۔ جب ریڈی ڈنٹ کے اختیارات کی حالات ورثی اس شہر کے ارد گرد چند میل میں ہوتی تھی۔ جب اس کی ضرورت تھی کہ یا نکل ہی نزدیک ریڈی ڈنٹ کے اختیارات منوانے کے لیے دوسرے منبع سے فوج منگوانی پڑتی اور بندو قوں سے مسلح پیدل فوج کی ایک پٹالین اور سواروں کا ایک سکویڈ رن استعمال کرنا پڑتا۔ جب گشتی دستوں کو ہراساں کرنے والے ہتھیاروں کی وجہ سے فوج تیار رکھی جاتی۔ جب دیہاتیوں کو غیر مسلح کرنا لازمی تھا۔ جب عملاً تلواروں کا پھل بنا دی گئی تھی۔ جب ہر قریب چوروں کا سامن تھا اور شہر دہلی کے متعلقہ دیہات کے چھتے بخرے کیے ہوئے تھے تو میں ہر ایک سہ ماہی دار اپنی مقررہ حدود میں لوٹ مار کیا کرتا۔ جب یہ لازم تھا کہ بندوبست کرنے والے افسر کے ہمراہ پیدل فوج کی پوری کاپی ہو اور اس فوج کو بھی تیار ہی کا خطرہ لاحق ہوتا اور اسے طعنہ ملتے کہ تمہاری توڑے دار بندو قوں

ہم دیہاتیوں کے بچوں کے کھلونے نہیں گی۔ جب لوہا روپیہ بالیہ
 دھول کرنے کے لیے جو بالاراہہ کم مقرر کیا گیا تھا (۱۱) ہندوؤں
 سے مسلح پیدل فوج کی ایک بٹالین بھیجی پڑتی تھی۔ جب صرف ایک
 گاؤں کو، جو بے فصیل اور ذرائع مدافعت سے غاری ہوتا، مطمع
 کرنے کے لیے پیدل فوج کی پانچ بٹالیوں کے علاوہ سوار اور
 ٹوپ خانہ ضروری سمجھے جاتے تھے اور جب حملہ کا انتظار کیے بغیر
 دیہاتی اس فوج پر حملہ کر بیٹھتے تھے اور اپنی پھرتی سے کم از کم ٹھوڑی
 دیر کے لیے اس بڑھتی ہوئی فوج کے قدم ڈگنا دیتے تھے۔

مسلمان نگران چھ صدی تک تخت
 دہلی پر رون افروز رہے مگر دہلی کے

دہلی اور معاشرتی حالت

گرد و نواح پر نظر ڈالی جائے تو پچاس ساکھڑیل نصف قطر میں ایک ضلع
 بھی ایسا نہیں تھا جہاں مسلمان کل آبادی کا چالیس فیصد سے زیادہ ہوں
 دہلی میں کس کس پارہ کے علماء اور مشائخ ہوئے ہیں مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے
 کہ ہریانہ کے جنگجو قبائل دینی اعتبار سے اتنے بھرتے تھے کہ وہ ان فیض کی ندیوں

۱۵ انڈیا آفس ہوم مسٹریس ۱۹۶۶ رپورٹ آف ۱۸۱۵ء پیرا ۲۰۱

سے کئی نشاد ایسا نہ ہوئے۔ ہمارے پاس متعدد ایسے شہادتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیش ہر مسلمان یا دشاد ہر پانہ کے بعض علمی اور صوفی فنش خاندانوں کو وہ مدد معاش کے طور پر چاہیں دیتا رہتا کہ وہ اسلام کی اشاعت و توسیع کر سکیں۔ مثلاً حضرت ہادی ہر پانہ کے خاندان کے افراد کے نام جو قرابین زنج رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ علما، مشائخ، شہیدان، موزن، مسجد کے چاروب کس بعض طالب علم اور بے ہمارا خواتین کو تمام مسلم عہد حکومت میں حکومت کی طرف سے مدد معاش ملتی رہی۔ اکثر فریبین اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "یہ معیشت مقرر نہیں"۔

چنانچہ زمان اکبری مصدرہ ۹۸۳ھ کی دوسرے مشیت باب صلاح آثار شیخ اشرف و جامعہ کو واقعہ کو تہ اور پانہ میں تین سو سات بیگہ بنت یعنی ۱۹۱ $\frac{1}{2}$ ایکر (ایک بیگہ = $\frac{5}{8}$ ایکڑ) ڈسٹرکٹ گڑے شہر و جنگ ۱۰۹۱۰ء اسی حکمران کے ایک دوسرے زمان مجریہ ۹۸۱ھ کی دوسرے مشیت شعار صلاح آثار شیخ اعجاز جامعہ کو دو سو بیگہ بنت یعنی ایک سو چھپس ایکڑ زمین ملی۔ زمان اکبری مجریہ ۲۸ صبح الثانی ۹۸۲ھ کے مطابق بیگہ دو ہزار چار سو تیس بیگہ یعنی $\frac{3}{4}$ ۱۵۱۸ ایکڑ اراضی کے:

(۱) شریعت نائب فقہیت آیات فقوی شمارہ قاضی اشرفیت و جامعہ کو ۳۹۵

بیگم

(۲) منتخبات المشائخ النظام شیخ جہو خلیب و جامعہ کو ۸۱ بیگم بیگم

(۳) فقوی شمارہ صلاح آثار مفتی محمد و جامعہ کو ایک ہزار بیگم بیگم ۶۲۵

ایکڑا راضی بطور وجہ مدعا علی -

مذکورہ بالا اسما کے ساتھ جہاں القاب ہیں وہ شاہی فرامین سے نقل

ہوئے ہیں اور جامعہ سے مراد وہ افراد کتبہ پیرا جن کا قبیل نامبرودہ ہوتا تھا۔ اسی

فرمان کی زد سے ایک طالب علم شیخ محمود کو چھوڑنا بیگم راضی ملی اور رقم چربیہ

میں سے ایک تنگہ یومیہ ملا لانا کہ اس طالب کے وال جیالہ تھے اور

صاحب جاگیر تھے۔

شاہنشاہ جہانگیر کا ایک فرمان محفوظ ہے جس کی زد سے ایک قانون

یثربی یون کو ۱۵۷۱ بیگم راضی ملی۔ فرمان عالمگیری عجمیہ ۱۰۸۶ھ

کی زد سے صلاحیت آثار خان محمد بوزن اور یارب کش مسجد کو دو سکہ مبارکہ

یومیہ ملے تھے۔ فرمان عالمگیری صدرہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۰۸۱ھ کی زد

سے شیخ نائب شیخ عجمیہ وغیرہ کو پچاس بیگم راضی ملی۔ اسی شاہنشاہ

کے زمانہ ہجریہ ۱۱۹۳ھ کے ذریعے دس خواتین کو دو سو بیگمہ اور زمان
 ہجریہ غزہ زینع الاول ۱۰۹۶ھ عہد عالمگیری کی روسے "مسماۃ فیاض بانو، خدیجہ
 رقیہ، رفیقہ و رشیدہ از ابنا کے زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدین رہتلی" حضرت
 بادی ہریانہ کے ہند میں مورث اعلیٰ) کو بیچاں بیگمہ اراضی محض اس لیے
 ملی کہ اور کوئی ذمہ داری نہیں تھی یعنی علی اور مشائخ کے خاندانوں کی بہارا
 خواتین کو اپنے کھاتے پیتے رشتہ داروں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دیا جاتا
 تھا بلکہ ان کے معیار اخلاق اور عزت نفس کو قائم رکھنے کے لیے حکومت کی
 طرف سے مالی امداد ملتی تھی۔ اسی قسم کے بعض فرامین شاہ عالم ثانی تک کے
 عہد کے موجود ہیں۔

شاہی اعانت اور علماء و مشائخ کی مساعی کے باوجود ہریانہ میں مسلمانوں
 کی تعداد مجموعی آبادی کا تقریباً چھٹے حصے سے بڑھنے نہ پائی جن میں مسلم
 راجپوت اکثریت میں تھے۔ انہیں دانگھڑ کہا جاتا تھا۔ یہ خونخواری کی حد
 تک دلیر تھے۔ ملک کے سیاسی عدم استحکام اور جاٹوں، مرہٹوں اور سکھوں
 کی یورشوں نے ان کی خوشے نارت گیری کو اور بھی چلا دی۔ بلکہ لوٹ مار
 اور غارت گیری میں ہندو جاٹوں اور اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں پر بھی

سبقت لیے ہوئے تھے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر وہ ان باتوں میں دیکھیں
سے بڑھ کر نہ ہوتے تو شاید تبدیلی مذہب کی وجہ سے ختم کر دیے جاتے۔
ہم عصر اور ذرا بعد کی کتابوں اور غیر منبوعہ نظموں، کہاوتوں اور روایتوں
سے اٹھارویں صدی عیسوی کے ہریانہ کے راجپوتوں کی دینی اور معاشرتی
حالت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ دور جاہلیت میں عرب اپنی نونوں اور لڑکیوں کو زندہ یا
مار کر دفن کر دیا کرتے تھے۔ مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی
عیسوی کے اخیر تک ہریانہ کے بہت سے مسلمان راجپوت، اپنے آپ کو کسی
کا سالہ یا خسر گلانا غار سمجھتے تھے اور اپنی لڑکیوں کو زندہ یا مار کر دفن کر دیا
کرتے تھے۔ جو راجپوت ایسا نہ کرتے وہ اپنے تہیم رسم و رواج کے مطابق
تربیتی رشتہ داروں میں اپنی لڑکی کی شادی نہ کرتے۔

تمدنی اعتبار سے مسلم اور ہندو راجپوت میں کوئی نمایاں فرق نہیں
تھا۔ ان کا لباس، ان کی تقویم، ان کی زبان، ان کی رسم اور عید یقیناً
کے علاوہ تھوار اور دیگر مشاغل ہندو راجپوتوں کے سے تھے۔ وہ ہولی
اور دیوالی بھی مناتے تھے۔

ان میں مذہب کے نام پر وہ تمام توہمات موجود تھیں جو ہندو و اہم پرستی کا خاصہ ہیں۔ لونا چاری، سرور سلطان، شیخ صدر، زین شاہ اور گوبیر ان کے خیالی دیوتا تھے جن کے مذہب سے بچنے کے لیے ملتیں مانتے، بڑے بڑے چڑھاتے اور کئی اور رسوم ادا کرتے۔

اسی توہم پرستی کو آج کے مسلمانوں میں بھی کہیں نہ کہیں مل جاسے گی مگر ایک عام قاری کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوا ہو گا کہ ہریانہ کے راجپوت مسلمان اس سے دو صدی پہلے دستبردگی کیا کرتے تھے اس پر اسناد درافتہ کر بیٹے کہ یہ مسلمان دیوی کی پوجا بھی کرتے تھے۔ اور یہ بت سینا (تھیک) کا تھا۔

خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی (۱۸۵۷-۱۹۳۰ء) ڈیپٹی کلکٹر
 شمارہ ۱۸۹۰ء میں حصار کے علاقہ سوئر میں مندرجہ ذیل تھے۔ انہوں نے حضرت
 ہادی ہریانہ کے ایک ہم عصر ہریانوی راجپوت عالم حافظ احمد شاہ کی
 کتاب موسومہ کفر ایمانی اور دوسرے کتب کی ریکارڈ کے مطالعہ کے بعد
 اپنی کتاب نقیب اللہ لیا کی جلد دوم و ترمیم مطبوعہ ۱۳۲۲ھ میں علاقہ
 سوئر کے مسلم راجپوتوں کے متعلق لکھا:

”عرب جاہلیت میں جیسا کہ قبیلہ قبیلہ کا بت عدا تھا اسی طرح سوتر
 میں ہر کام کے واسطے ہی بدعت اور نیا شرک قوم کا مسلم آئین
 ہو رہا تھا۔ کیا مرد کیا عورت کھلے بند کفار کی رسوم کے پابند تھے
 دھڑتے سے مسلمان دیسی کو پوجتے تھے۔ پیپل، جش، کبیر کی
 پرستش کرتے تھے۔ آگ، کو، دیسی، چرخ کو دیر تا جانے تھے۔ گرجا
 کو مانتے تھے۔ دودھ، ناج، مال، دھن، پیل، گاسے، بھینس،
 پیر، استاد، مال، باپ کی قسم کھاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ
 جس گھر میں اٹھویں پہر آگ محفوظ رکھی جاوے گی وہ گھر نہ صرف
 افلاس کی تار بکھیرے سے محفوظ رہے گا بلکہ آگ کی بولت سے نعمتوں
 کی برکات کا نور اس گھر کے در و دیوار پر سورج بن کر نیکتا رہے گا
 عورتوں نے دودھ کا نام بہمن رکھا ہوا تھا“

یہی صنعت اپنی تصنیف سمرخ میں ہر پانچ کے اٹھارویں حدی علیہوی
 کے مسلم راجپوتوں کے تمدن کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ ہم خود دلالتاً صرف

بعض شعر نقل کرتے ہیں:

- ۱- ہے جو ہر یا نہ میں قوم را چہ پوت
سر بسر ہے میرے دعویٰ کا ثبوت
- ۲- ان کا یہ آئین یہ دستور تھا
ہر کوئی اس رسم پر مجبور تھا
- ۳- لڑکی جب ہوتی تھی پیدا لاکلام
زندہ درگور اس کو کرتے تھے تمام
- ۴- جانتے تھے کسر شاں داماد کو
قتل کرتے دفتر تاشاد کو
- ۵- ہر قبیلے میں یہ رسم عام تھی
زندگانی موت کا پیغام تھی
- ۶- لڑکیوں ہی کی نہ تھی کچھ گتیری
شرک سے تھی ملک میں حالت پیری
- ۷- سینلا کو پوجتے تھے جا بجا
یہ مرض گویا کہ اک مہمود تھا

۱۴۔ ہولی دیوالی مناتے تھے تمام

کافروں کی رسم پر تھے خاص و عام

۱۵۔ راتے تھے بھوت پرپوں کی نیاز

جاننے تھے ان کو اپنا کارساز

۱۶۔ زمین خالی کی منتوں کا دور تھا

شکر کس میں کفار کا سب طور تھا!

۱۷۔ ہر گلی کوچہ میں باشور فغان

تھا علم گنگا کی چھڑیوں کا نشان

۱۸۔ ہریانہ میں ہولی اور دیوالی کے تہوار تقریباً تمام ہندی اہل سماں منایا کرتے

تھے۔ حضرت ہادی ہریانہ کی مساعی سے مسلمانوں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ کی شہادت

کے بعد ہمیں ایک مثال ایسی ملتی ہے جہاں بعض مسلمانوں نے ہولی منائی چنانچہ

روقتہ الرحمواں میں مرزا ولی بیگ رئیس ہائسی کا ذکر آیا ہے جس نے ہولی منائی اور

حضرت ہادی ہریانہ کے جانشین حضرت شاہ عبدالغنی (۱۸۱۳-۱۸۹۱ء) نے

اس سے توبہ کرائی۔ یہ مشہور ہے کہ گڑگا پیر بیکانیر کے موضع دو ایرہ یاد ڈیرہ

کا چولان راجپوت تھا۔ اس کا باپ جیور جی اور ان سمات یا چمل دھتر (باقی ص ۶۲)

۲۱۔ تھا کوئی نونا چساری کا غلام

ٹونگوں میں جانتا تھا اپنا کام

۲۲۔ شیخ سید کی نیازوں کا تھانور

مول تھا بیروں کا بس کچھ سے کچھ اور

۲۳۔ ہر بشر کے شرک سے لیل دنار

تھا زبان پر نعرہ یاد ہم ہزار

واقعہ ص ۱۱۱) رابعہ کنور پال سرود یہ تھی۔ یہ سبت ۱۲۰۶ھ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوا زمین

کے تنازعہ پر اس نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اس کی ماں نے یہ دعویٰ کیا۔ یہ

صحرانوں اور جنگوں میں مارا مارا پھرتا رہا، کہ پ کی حالت میں اس نے دعائی کی کہ

زمین بھٹ جا اور تجھے سمالے۔ ایک آسمانی آواز آئی کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے

تو مسلمان ہو جائے۔ یہ مسلمان ہو گیا۔ اور زمین نے اسے ننگل لیا۔ اس وقت اس کی عمر

۱۰ سال تھی۔ اس کا مزار حصار سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر علاقہ بیگانہ میں

ہے جس کے متولی بہال راجپوت ہیں جو مسلمان ہیں۔ مرے بیٹے اسے رشی کا درجہ دیتے

تھے۔ ایک کونا چساری نے ٹونگوں کے فن کی امام بھی جانتی تھی۔ اگر یہ کوئی افسانوی

شخصیت نہیں تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس زمانہ میں تھی۔ اس سب کے ہنر (باقی ص ۱۱۱)

۲۶۔ ٹٹاگروں کی بھینٹ پر لٹکتی تھی کہیں

غیر کے مسجد سے میں گتے تھے جو ہیں

۲۷۔ گودے تھے تیل سے اپنا بدن

اک نئی تصویر شاہِ عفتون

۲۸۔ میتوں پر سوگ رکھتے سال بھر

بیرن گیتے ان کے حال و حال ہم

۲۹۔ جانتے تھے دست بردی کو کمال

شیر باد تھا انھیں فیروں کا مال

(بقیہ صفحہ ۶۴) سے نبیات پانے کے لیے اس کا وسیع تلاش کیا جاتا تھا۔ البتہ جب

کسی کو خلیل دماغ ہو جاتا تو یہ یاد رکھ لیا جاتا کہ شیخ سدو کی بدروح بھوک کی باڈی کی

چوٹیں نہ لگے کہ بکری سے کی قربانی مانگتی ہے۔ چنانچہ یہ قربانی دی جاتی تھی۔ چنگ کے

نشیہ میں لنگسٹا یا دم مار کا فخر لکھتے ہیں۔ استاد المشاہدہ۔ فلاح دارین اور

تختہ سردری سے معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگ کو شاہ بدار کہتے ہیں ان کا نام بدرا ہے

تھا۔ مزار بکنی پور میں ہے اور تاریخ وفات ۸۱۰ ہجری الٰہی ۱۴۰۰ء ہے۔ ان کے

تصویر کا مدار یہ سلسلہ پیلا جو قبیلے کے نزدیک تظیب، ایر کا ہر زمانہ میں ہونا ضروری ہے

۳۳۔ چائنا کوئی نہ کھتا روزہ نہ کھاتا

مچھکتا نام خدا کے لیے تیار

آگے چل کر معلوم ہو گا کہ اس بیان میں قطعی شاعرانہ سیالفت نہیں۔

اسی مصنف نے آگے بتایا ہے کہ کس طرح پادری ہریانہ حضرت شاہ محمد

بہمنان شہید ۱۹۴۷ء میں نے ایک ایک کر کے ان میں سے ہر رسم و رواج کا

خاتمہ کر دیا :

۳۹۔ غیب سے ظاہر ہوا ابر کرم

جس کا سر مرکز تھا بیابانِ ہم

۵۲۔ حضرت بہمنان نے باعزم درست

و عزم پر پاندھی کر ہمت کی پست

۵۳۔ قوم کو تعلیم دی، تلمیحین کی

قوم کو باتیں سکھائیں دین کی

۵۴۔ قوم کی کٹی دودھ مرہ جو زبان

مٹے اس میں کیے سارے بیان

۵۵۔ ان کو سمجھائے مفقول کھول کر

ٹھیکہ موٹی ان کی بولی بول کر

۵۷۔ ہو گئی ایک دن میں کایا پلٹ

شرک و بہ عنت کا گیا دفتر الٹ

۶۵۔ گل ہوا رسم جمالت کا بہ باغ

ہو گیا سرسبز پیغمبر کا باغ

۶۷۔ لڑکیاں لڑکوں سے پیاری ہو گئیں

باغ میں پھولوں کی کیاری ہو گئیں

۷۱۔ شرک میں ڈنکا بجا اسلام کا

راہ چوتوں کا خاک پر غل ہوا

۷۵۔ اہل مذہب سے چولھے دیوتاؤں کے ہوئے

ڈیرے پونے ماسواؤں کے ہوئے

۷۶۔ زمین خاں نے لی رہ تاک فرار

لب کو بیولا ندرہ یا دم مار

۷۷۔ کفر پر غالب ہوا حق کا جلیں

شیخ سڈو کا ہوا بکرا ہرن

۷۸۔ گل ہوا دہی کی سمیت کا چراغ

ہے دل شیطان میں حسرت کا یہ چراغ

۷۹۔ سرنگوں گوگا کا چھٹڑا ہو گیا

جوش نار جہل ٹھنڈا ہو گیا

مگر یہ اصلاح اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں ہو گئی جیسا کہ

درج بالا اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک عظیم مصلاح حکومت کی مدد کے

بغیر لاکھوں انسانوں کی کس طرح کا یا پلٹ سکتا ہے۔ اس کا بیان ہم اگلے

باب میں کریں گے۔ اگر اس وقت ان قبائل کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا

تو اس کا قوی امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے تمام حکومت

چلے جانے کے بعد یہ اپنی قدیم حالت کفر پر لوٹ جاتے اور اس طرح یہ

خود بھی خسارے میں رہتے اور مسلمان بھی ان لاکھوں جبری بہادروں سے

محروم رہ جاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت حمی کی تحریک کے نتیجہ پر یہ لوگ

تمدنی، معاشی اور اخلاقی اعتبار سے اپنے ہم نسل ہندو راہپوتوں سے

بہر حال پیسے بہا بہتر ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں یہ تمام قبائل ہجرت کر کے پاکستان

آگئے۔ آزادی و تعمیر پاکستان میں ان قبائل کی خدمات بڑی ہی درخشاں ہیں۔

اصلاحی کارہائے نمایاں

تیسرے باب میں ہادی ہر بائہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی کی کتاب زندگی سے مرث آٹھ معمولی واقعات محض اس لیے درج کر دیے گئے تھے کہ ایک طبقہ ایسی ہی باتوں کو عظمت کی دلیل سمجھتا ہے۔ اس باب میں جن اوصاف کا ذکر ہوا ہے بیشک وہ آپ کی بلندی کردار کے آئینہ دار ہیں مگر ہیں بہر کیفیت شخصی۔ آپ نے معاشرہ میں اتنی زیادہ اور ایسی خوشگوار اور اتنی بنیادی تبدیلیاں کیں جن کے اثرات اب بھی باسانی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ بقول مصنف نقیب الاولیاء:

”ہر بائہ، میوات اور سوترہ میں ہزاروں کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبہ و انصوح کی“

اوپ کے بابے میں محقق حائشا محمود شیرانی مرحوم ایئر نیٹیل کالج بیگزین
کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

”وہ ہر پانہ دہس کے صحیح معنوں میں متصل اور بادی ہیں۔ ان
کی عملی زندگی کے کئی پہلو ہیں یعنی فقہی، روحانی، اصلاحی اور
ادبی“

اوپ ہر طالب کو بیعت نہیں کر لیا کرتے تھے
مگر جسے بیعت سے مشرت فرماتے وہ آپ کے

کارکنوں کی تربیت

رنگ میں رنگا جانا۔ اس کی تربیت کا پورا خیال رکھتے۔ ہمیں ذکر و عبادت
اور مجال خانہ کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ایک دو منزلہ عویلی تعمیر
کرائی تھی۔ کیونکہ محلہ بھی بلندی پر تھا اس لیے پانچ میل سے نظر آتی گری
یہ اپنے آبائی محل کے زمین دور نہ تھانے میں قیام ہوتا تھا۔ وہیں بیسویں
درویش آپا کے ساتھ حلقہ زن ہوتے۔ یاتی درویش محلہ اور شہر کی مساجد میں
ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ درویشوں کی یہ جماعت خود کھیتی کاری کر کے اپنے
اور غریب مسافروں اور مستحقین کے لیے غلہ پیدا کرتی۔ کھیتی کے لیے زمین کچھ
توان درویشوں کی اپنی تھی اور کچھ زمین مسلم برادریوں نے دے دی تھی،

جیسے دوہلی کہتے تھے۔ ان دوہلیوں کے سرکاری وابہات اہل دہلی کہتے اور قسطنطنیہ کا فنڈ ہوتی۔ مواعظ کا بھی، پوٹھی مزلع روہنگ اور خانک اور دانگ ضلع حصار کی دوہلیاں تو شاہ شہید کے وقت کے پاس ۱۹۵۷ تک تھیں گو ان کی آمدنی تمام ترمذیوں کے مہربان ہیں آجاتی تھی۔

اس فنڈ سے حضرت ہادی ہر بابہ اپنی ذات پر کچھ خرچ نہ کرتے بلکہ اپنی آبائی زرعی زمین کی مختصر سی آمدنی میں گذراوقات کیا کرتے۔ گذشتہ سلور میں راجا لکھنوی اور جوہلی کا ذکر ہوا ہے۔ یہ محل آپ کے پڑا دادا شاہ نعت اللہ المقلب بر عوٹا شہزادوں سے ہزاروں نائیب گورنر لاکھنوی بنوایا تھا۔ شاد مجذوبستان کے زمانہ میں عمارت کے اعتبار سے تو اسے محل کہا جاسکتا تھا مگر ساز و سامان کی قسم کی اس میں چیزیں نہ تھیں۔ صبح چنے کی روٹی چھاچھ کے ساتھ اور شام کو نمکین یا گڑ کا دلیہ آپ کی عام خوراک تھی۔ آپ کی اہلیہ گھر کے استعمال کے لیے خود چکی بستیں اور سوئی کات کر اپنے اور بچوں کے لیے کپڑے بناتیں۔ اس خاتون کے والد شاہ مٹولی تھے۔ دہلی میں تمام تھا۔ قلعہ محل میں شہزادوں کی تعلیم پر مامور تھے ان نیک بی بی کی پرورش دہلی میں ہوئی مگر انہوں نے کبھی پان نہیں

کہایا۔

درویشوں کی جماعت کو آپ خود تلقین فرمایا کرتے تھے۔ انہی میں ایک احمد نامی گاڑی بان تھا جو ہندو جوگی سے مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور آپ کا رتھ بان تھا۔ اس کی تازہ برداریاں دیکھ کر ایک بار آپ کے پیرو مشق سید محمد سعید اعظم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی نے فرمایا ”میں نے بار بار سوچا کہ تمہارے پاس سینکڑوں آدمی کیونکر کھینچے چلے آتے ہیں اور اگر جانے کا نام نہیں لیتے اور جاتے ہیں تو روتے ہوئے جاتے ہیں آج معلوم ہوا کہ تمہارا علم سب کو کھینچ لیتا ہے۔“

ان درویشوں میں ایک انگریز بھی تھا۔ دہلی میں آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ ان تربیت یافتہ درویشوں نے تبلیغ و اشاعت دین کا بڑا کام کیا۔ یہ بادی ہر پانچ روز کی اصلاحی تحریک کے فعال ترین کارکن تھے۔ آپ کے رشتہ دار بھی ان درویشوں کا نام عزت سے لیتے اور تعظیماً ان کے نام کے ساتھ لفظ میاں جی ضرور استعمال کرتے۔

ایک تلمیذی دورہ | ان درویشوں کی معیت میں آپ سال کے کم و بیش

۵۰ روئے الرضوانی ص ۸۵

گیارہ مہینے وطن سے باہر رہتے۔ ماہ رمضان گھر پر عبادت و ریاضت اور
تصنیف و تالیف میں گزارتے۔ ایسے ایک دورے کا حال و وقتہ الرضوان
اور نقیب الاولیاء میں تفصیلی درج ہے۔ جسے ہم اختصار کر کے یہاں درج
کرتے ہیں۔ حوالے نقیب الاولیاء سے ہیں :

آپ حضرت قطب جمال ہانسویؒ کی درگاہ میں ہانسی میں قیام فرماتے
کہ سوتر کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد میں شاہ محمد بودلہ،
مولوی نور محمد سکندر رانیہ، حافظ رحمت خاں سکندر موسیٰ کھیڑہ اور قاضی
غلام محمد فتح آبادی بھی تھے۔ یہ ضلع سہارنہ کے مسو اور وہ نیک، مہرشت بزرگ
تھے۔ انہوں نے عرض کیا "آپ کے فیض برکات سے ہریانہ اور تمام ملک
آگ سوئے سہارنہ موسم قبیلہ سے نجات پا چکا ہے۔ لوگ تسو و فوج سے تائب
ہو چکے ہیں۔ دہلیز کشتی کی دیرینہ رسم مفقود ہو چکی ہے۔ لیکن سوتر اور کھیاں
میں ہنوز خاص و عام اس بلا میں گرفتار ہیں۔ سارنگ لہیا بگھڑ کا زوردار
..... چھالت ہیں اپنے زمانہ کا ایو جیل ہے۔ اسی طرح فتح آباد
میں لدھونامی نمونہ دار کپرو ضرور میں زرخون بے سامان ہے۔ سوتر میں دہلیز کشتی
کی رسم ان ہی مزدکوں کی پائردی سے زندہ ہے"

یہ باتیں سن کر آپ بہت ملول ہوئے۔ آیدیدہ ہو کر بارگاہ ایزدی
 میں دست بردار ہوئے۔ اس کے روز اس وقت اور اپنے درویشوں کی جماعت
 کے ساتھ ہانسی سے چلی پڑے۔ راستہ میں عید آباد کی آبی وہاں وقفہ توقفین
 کرتے ہوئے بیگم پہنچ گئے۔ بیگم مسلم راہپوتوں کا قصبہ تھا جہاں پچھاوے
 کہتے تھے۔ پچھاوے قالیا اس لیے کہا جاتا تھا کہ یہ دوسرے راہپوتوں
 کی نسبت یہاں دیس وال کہا جاتا تھا کچھ نسل بعد اس علاقہ میں آکر آباد
 ہوئے۔ مگر یہ اس شخص کو ناپسند کرتے تھے۔ بیگم ضلع حصار کی تحصیل فتح آباد
 کے صدر مقام سے جا رہے تھے۔ قاعدہ یہ واقعہ ہے۔ یہاں آپ نے
 کئی روز قیام فرمایا۔

پہلے روز جمع کو کثیر کے سامنے وقفہ فرمایا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا
 تھا کہ سارنگ نیروار سے نہ رہا گیا وہ دوران وقفہ کھڑا کھڑا ہوا اور
 کہا کہ میں شریعت کے احکام مانتے ہیں کوئی عذر نہیں مگر اپنی لڑکیوں
 کو زندہ رکھ کر کسی کا سالہ یا سسر بننا نہیں گوارا نہیں۔ نیز اپنے بزرگوں
 کی طرح ہم اس بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ اپنی چچا زاد بہن
 کو اپنے نکاح میں لے آئیں۔

سارنگ علاقہ میں بااثر تھا اور اس کے ہم قیالوں کو بھی کئی نہ کئی ایسے ایسے دوروں و عرصوں میں آپ کو ٹھکنے کی جسارت ہوئی۔ اس سے جلسہ میں کچھ بدترکی کے آثار پیدا ہوئے۔ لگے لگے نگر آپ نے نہایت اطمینان سے اسے سمجھانا شروع کیا۔ اس میں قیامتِ حق کی علامت نہ تھی۔ وہ اپنی بات پر اڑا رہا مگر حاضرین کی اکثریت پر آپ کے وعظ کا اچھا اثر پڑا اور اسی محفل میں چند لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر ان دونوں برائیوں سے توبہ کی۔

اس تقصیر میں موغظہ حسنہ کا سلسلہ چند روز جاری رہا۔ لوگ آکر تائب ہوتے رہے۔ آپ کے قیام کی خبر گرو نواح کے دیہات میں پھیل گئی۔ وہاں کے نیک مرشد لوگ بھی آئے اور مشرکانہ رسوم سے تائب ہوئے۔ وہاں بڑے گنتی کے چند ایک پڑھے لکھے تھے ان پر اپنی تقصیرت تقسیم فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان کا وعظ محلہ اور گھر گھر ہو۔ یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ فتح آباد کا عزم کیا۔ حافظ مستقیم بیگم صاحبہ اور قرآن بھی پڑھا کرتے تھے۔

فتح آباد میں دوسرا ہی امن دار ہے۔ آپ کی مخالفت کی۔ لوگوں نے آپ کے لیے طعام کا انتظام کیا۔ گھر آپ نے فرمایا کہ میں آبادی کے مسلمان رسم و سنن کشی

سے تائب نہیں ہوتے ہیں وہاں لوگوں کی دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ
 وہاں سے چل پڑے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کے روانہ ہوتے ہی لدھیانہ میں
 کا حلقہ ہوا۔ اس نے اسے قدرت کا ہاتھ سمجھا اور اسے یقین ہو گیا کہ حضرت
 شاہ محمد رمضانؒ کو ناراض کرنے کی پاداش میں قدرت نے یہ سزا دی ہے۔
 ابھی آپ چند میل ہی گئے تھے کہ لدھیانہ میں دار کے آدمیوں نے آپ کو اس
 کی طرف سے معافی مانگی۔ آپ واپس تشریف لے گئے۔ مرہٹوں کو دوا دی
 اور اس کے لیے دعا مانگی۔ آپ کی موجودگی ہی میں اس قصبہ کے تقریباً تمام
 مسلمان دختر کشی سے تائب ہو گئے اور یاہمی رشتہ دار یوں پر عمل درآمد
 شروع ہو گیا۔ یہاں قاضی غلام محمّد کو اپنا علیحدہ مقرر کر کے آپ علمائے سوتر
 کے ساتھ موافق عیال کی، اہرواں، بہونہ وغیرہ کا دورہ کر کے عازم وطن ہوئے۔
 اس دورے میں آپ کے وعظ اور تعلیم و تلقین کی برکتوں سے ...
 دختر کشی کی ظالمانہ رسم بند ہو گئی۔ اسلام کے اصول کے موافق آپس کی
 رشتہ دار یاں عام طور پر ہونے لگیں۔ چوہدریوں نے چوہری چھوڑ دی، رہبروں
 نے قرآنی سے توبہ کی۔ بے نمازی اور کابلان دین چھاپنے سے غازی ہو
 گئے۔ گھر گھر میں ہر ایک مرد و عورت چھوٹے بڑے کی زبان پر نماز روزے

کے مسائل اور ذکر و فکر کا پورا چاہتا۔

اس سفر میں حافظ رحمت خاں ساکن موسیٰ کھیڑہ آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے ایک سی حنفی میں حضرت ہادی ہریاتہ ج کے فضائل اور کام کا نقشہ کھینچا ہے۔ حروف پنجی کی ترتیب میں کل اٹھائیس بند ہیں۔ جن میں سے پانچ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ ضلع حصار کی تحصیل نمبر ۱ کے بڑے حصے کی زبان پنجابی ہے :-

جہاں اندر روشنائی (ج) خالق سچے بہت دہائی

توہیں نے شرع دی چالی سکھائی

معمولی خلقت رستہ پائی

کامل کیتا دین ایمان

حضرت ہادی شاہ رحمان

عین عجائب تیرا سایا (ح) جان تہہ دلی وعظ سنا یا

بکس نہنگی دوڑا آیا

تڑت تڑت ایسا لے آیا

پور میں کی کراں بیاں

حضرت ہادی شاہ رحمان

غسروہ تکبر واسلے (خ) پیندے سے جھڑے خمر پیلے
 دیکھتے تینوں ہوئے تو شحالے تائب ہو چھڈن بد چلے

تایع تیرے جن وانسان

حضرت ہادی شاہ برصغیر

فرخ نگر نوں اندر آیا (خ) ہک عورت نوں جن وسایا
 کسی عامل سے قید نہ آیا سن کے تیرا نام نسایا

کہا تیرا نام حیوان

حضرت ہادی شاہ برصغیر

قصہ سنت دھیال دالا (خ) قتل اولاد دہا نڈا چالا
 مار دھیال کر سے عینہ کالا اوسے گبول نوں کدھ کسالا

دیکھتے تینوں ہوئے جھڑن

حضرت ہادی شاہ برصغیر

پندرہ (خ) میں اس فرنگی کا حوالہ ہے جو آپ کے درویشوں کی جماعت
 میں شامل ہو گیا تھا۔ پندرہ (خ) میں لوگوں کی کثرت شراب نوشی کی طرف
 اشارہ ہے۔ آج بھی ہریانہ کے ہندو راجپوتوں کے کم و بیش ہر گھریں

شراب کی پھٹی ہے۔ بندر دھماکے واقعات یہ ہیں کہ فرخ نگر اس وقت دارالریاست
 تھا اور اب غلیح گوڑ گاؤں میں ہے۔ یہاں ایک خوشحال اور معزز بلوچ گھرانے
 کی عورت ہمیشہ نشگی رہتی۔ کہا جاتا کہ اس پرین کا سایہ ہو گیا ہے۔ دور دراز
 سے عامل بلائے گئے مگر جن کو کوئی نہ اتار سکا۔ جب آپ اس قصد میں تشریف
 لے گئے تو اس عورت کے لواحقین نے اپنی مصیبت اور بدنامی کی داستان
 سنائی۔ آپ نے فرمایا "ہم عمل سے جن کا علاج نہیں کرتے۔ آپ نے دعا
 فرمائی اور وہ عورت اچھی ہو گئی۔ بندر (رق) میں رشتہ جھنڈا علاقہ پٹیا لہ کا
 وہ واقعہ بیان ہوا ہے جس کے حافظ رحمت خاں علی شاہ تھے۔ مدراج سے
 مجبور ہو کر ایک بد نصیب باپ اپنی چھ لڑکیاں دفن کر چکا تھا۔ ساتویں کو دن
 کیے کہ آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت شاہ محمد رمضانؒ و غلط فرمایا ہے تھے۔
 و غلط کی بد لوگ آ کر آپ کے ہاتھ پر رسم دختر کشی سے تائب ہو رہے تھے
 کہ یہ شخص بھی روتا ہوا آیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ اسی وقت قبرستان
 تشریف لے گئے۔ قبر کھدوائی تو لڑکی ایک برتن میں زندہ پائی گئی۔ اس
 لڑکی کو اس کا باپ اپنے گھر لے گیا۔

۷ نقیب الاولیاء ۲ و نثر ۲ ص ۷۷

حکیمانہ تبلیغ کے اثرات | بچپن میں آپ کا پیام مسلمان راجپوتوں کے مشہور قصبہ کا ہنور میں اکثر رہا۔ یہ قصبہ

رہنگ سے گیارہ میل اور آپ کے وطن ہم سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں رہ کر آپ نے ان قبائل کی زندگی کا ہر پہلو دیکھا۔ ان کی قومی خصوصیات اور نفسیات سے واقفیت حاصل کی اور ان کی زبان پر بھی قدرت حاصل کر لی۔ چنانچہ آئندہ ہر بابہ میں آپ اس زبان میں وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس زبان کا کثرت لہجہ عوام کی نظر سے ہم آہنگ تھا اس لیے تبلیغ بھی موثر ثابت ہوئی۔

قریباً قریبہ میں جا کر اسلام پہنچانے کے علاوہ آپ نے اس پیغام کی بیداری کتابوں میں تشریح کی۔ ان تصانیف میں سے بیشتر کی زبان ہریانی ہے۔ اس طرح آپ نے اس بولی کو اس قابل بنا دیا کہ اس میں طریقت اور شریعت کے مسائل بیان کرنے کی صلاحیت ہو گئی۔ ساتھ ہی اس اصلاحی تحریک کے لیے نادر ہی ادب کا ذخیرہ پیدا کر کے اسے دیر پا بنا دیا۔ مگر جن لوگوں کے لیے یہ کتابیں کھلی گئیں وہ ہاستھنا کے چنار حوت شناسی سے بھی نااہل تھے۔ اس کے لیے آپ نے شعر کو وسیلہ اظہار بنایا جس کا اثر یہ ہوا کہ اس تحریک کے

کارکنوں اور امام مساجد کے ذریعے یہ اشعار عوام تک پہنچ گئے۔ شعر کی اثر آفرینی مسلمہ ہے اور وہ یاد بھی رہ جاتا ہے۔ اس طرح احکام قرآنی، احادیث، میرٹا بندی اور تمام ضروری مسائل فقہ آپ کی حیات ہی میں ہر کہ و مر کہ کی زبان پر جاری ہو گئے۔ ڈیڑھ صدی بعد اب بھی ہزاروں اجدید شناس ایسے ہیں جنہیں علماء کی عصمت نصیب نہیں ہوئی مگر ان اشعار کی بدولت ضروری مسائل فقہ سے واقف ہیں۔

آپ نے لاکھوں شعر کہے۔ شعر گوئی بالعموم انسان کو میدانِ عمل کے لیے ناکارہ بنا ڈالتی ہے۔ مگر اس شعر گوئی نے آپ کے قوائے عمل کو شل کیا اور نہ ہی دورِ یدامنی نے آپ کو حجرہ نشین بنایا۔ بلکہ آپ کی تمام زندگی ایک حرکت مسلسل سے عبارت رہی۔ سال کے گیارہ مہینے تعلیم و تلقین کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہتے۔ جس گاؤں میں تشریف لے جاتے ہندو مسلمان سب زیارت کے لیے آتے۔ اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو بتی سے باہر کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتے۔ ہندو جہاٹ اس جگہ کو اتنا مقدس سمجھنے لگتے کہ وہاں بعد میں ایک چبوترہ بنا ڈالتے حالانکہ ہندوؤں کے نزدیک ہر مسلمان نجس ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض دیہات میں ۱۹۴۷ء تک "شاہ رحمان کے چبوترہ"

موجود تھے۔ ممکن ہے آپ بھی ہوں۔

طلب میں بھی آپ کو دسترس تھی۔ خدا نے آپ کے ہاتھ میں شفا بھی دی تھی۔
 جس گائی میں جاتے وہاں بریعتوں کا معاوضہ کرتے۔ اگر پاس دوا ہوتی تو وہ
 مفت دیتے۔ یہی نوع انسان کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی ہمیشہ اور ہر
 جگہ تبلیغ مساعی میں مل رہی ہے۔ آپ کے بعض نسخے اب بھی آپ کا خاندان
 اور معتقدین استعمال کرتے ہیں۔ نین لے کر تو ہمارے گھر میں بھی استعمال کیے
 جاتے ہیں اور ان کا اثر بھی خاطر خواہ ہوتا ہے۔

(۱) متزج خون: ایک ایک گاجر، بولی، شلجم اور ادراک دھو کر باون دستہ
 میں کوٹ لیا جائے۔ کپڑے میں ڈال کر ان کا عرق نکال لیا جائے اور اس
 عرق میں ایک تولہ شہد ملا کر دن کے کسی وقت بھی پی لیا جائے۔
 (۲) ادراک کا حلوہ: بلغمی کھانسی کے لیے دو تولہ روا گھی میں بھون کر اس
 میں مناسب میٹھا اور ایک تولہ پسپی ہوئی ادراک ملا کر کھایا جائے۔

(۳) ٹھوٹی پیش کے لیے: عنات بادام، سماشہ، پنجابہ اور ہاشمہ چاروں
 منتر کو رات کو بھگو کر صبح بچا نہایت پار یکا میں لیا جائے۔ تین تین ہاشمہ
 گاؤ زبان، یہی داندہ اور شہ حطی رات کو بھگو کر صبح بچا ہاتھ سے مل کر کپڑے

میں داڑھی بیک چھلنی میں اعرق نکال لیا جائے۔ پھر وہی پسی ہوئی چیزوں میں یہ عرق اور صب پسند میٹھا ملا لیا جائے۔ اس میں اتنا زیادہ سے زیادہ عام پانی اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی ملا لیا جائے جتنا مرہم لپٹی ہو سکے اور اسے صبح کے وقت چھ ماٹھہ اسبغونہ کی بھوئی کے ساتھ پی لیا جائے۔ یا نکل یہی نسخہ سہ پہر کے وقت استعمال کیا جائے۔ پچیس دور ہونے کے دو تین روز بعد تک یہ نسخہ استعمال کیا جائے۔ پُرانی سے پرانی پیمش جاتی رہتی ہے۔ اگر پیمش خونی نہ ہو تو اختیار نہ استعمال کریں۔

حضرت شاہ محمد رمضانؒ ایک مرتبہ حضرت جمالی ہانسویؒ کی خانقاہ کے میدان میں وعظ فرما رہے تھے۔ تین ہزار ہریانوی نوجوی جوان کھلی وعظ سُننے آئے۔ یہ جوان کرنل ایگزائٹڈ کے ماتحت تھے۔ دوران وعظ بارش شروع ہو گئی۔ کسی نے چھتری کھولی تو کسی نے چادر تانی۔ مگر اپنی جگہ سے کوئی نہ ہلا۔ اختتام وعظ پر آپ نے اس میدان میں ایک مسقت عمارت کی تحریک کی۔ کرنل ایگزائٹڈ کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس تجویز کو پسند کیا اور چندہ جمع کر کے آپ کی خدمت میں تین ہزار روپیے بھیج دیے۔ آپ کے برادر صدغر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید مہمیؒ کی مگرانی میں ایک

عالی شان عمارت کھڑی ہو گئی جس میں چبکے اور وسیع دالان بھی ہیں۔
 دوران سفر میں جہاں مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد ضرور بنوا دیتے۔ ہم میں
 جامع مسجد تو نہایت قدیم تھی۔ اس کی ضروری مرمت اور بڑی استرگاری
 آپ کے اہتمام میں ہوئی۔ رہتک میں بیوپاریوں کی خوبصورت مسجد آپ
 ہی کی ترغیب و تحریض سے تیار ہوئی۔ اس کی بنیاد بھی آپ ہی کے
 دست مبارک سے رکھوائی گئی۔ انہی بیوپاریوں نے پاکستان میں آکر
 ملتان کی گریڈنڈی میں جو عالی شان مسجد تعمیر کرائی ہے اس سے متعلق مدرسہ
 کا نام مدرسہ رضانیہ رکھا ہے۔ رہتک کی عید گاہ بھی آپ ہی کی تحریک
 کا نتیجہ ہے۔ ایک موقع پر آپ نے یہاں خود ٹوکری بھر کر مٹی ڈھوئی
 جس سے اور لوگوں کو بھی ترغیب ہوئی۔ موضع مڑو دھی ضلع رہتک کی مسجد
 عین قحط سالی کے دنوں میں نبرد آروں کی مخالفت کے باوجود تعمیر کرائی۔
 یہ قحط ساٹھ سال کا رسمت ۱۸۶۰ء تا ۱۸۰۳ء کو لگتا ہے۔ موضع بلیالی
 میں ہزاروں گھروں کی آبادی تھی اور صرف ایک مسجد تھی جس میں پوریا
 تھانہ مصلیٰ۔ آپ کی مساعی سے وہاں آٹھ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ بلیالی
 کو دیکھ کر گرد و نواح کے دیہات نے پیردی کی۔

مسلم راجپوتوں میں تعمیر مساجد کا شوق پیدا ہوا تو وہ رفتہ رفتہ اسلام سے قریب تر ہوتے گئے۔ یہ مساجد جہاں عبادت گاہوں کا کام دینی تھا وہاں ہر گاؤں میں ہر مسجد ایک مرکز محسوس کی حیثیت رکھتی۔ اس سے پہلے ان برائے نام مسلمانوں کے جذبہ عبودیت کی تسکین کسی ٹھکانہ دار سے یا دی کے مندر میں ہوتی تھی۔ ان کا جداگانہ مہیا تھا نہ مرکز۔ ان مساجد کو مرکز تحریک بنا کر آپ نے اصل کام شروع کیا۔ مساجد کی تعمیر سے مسلم راجپوتوں کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ہم اپنے ہم نسل بہنہ و راجپوتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس احساس کے پیدا کرنے کے بعد آپ نے حکیمانہ طریق سے ان کی خوئے غارتگری اور ایک ایک کر کے ہر رسم شرک ختم کر دی۔

ہرمی رسوم میں سب سے بری دسترکشی تھی۔ حضرت شاہ محمد رمضان نے سب سے زیادہ توجہ اس طرف دی۔ اس انسانیت سوز رسم کا خاتمہ تقریباً کے ابتدائی پانچ چھ سال میں ہو گیا۔ یعنی مسلم ہند حکومت ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ابتدائی عہد بڑی بدامنی کا دور تھا۔ اس زمانہ میں بھی مسلم راجپوتوں میں دسترکشی کی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی۔ البتہ غیر راجپوتوں میں دسترکشی کی چند مثالیں مل جاتی ہیں۔ اب سے سوا صدی پہلے

کی ایک کنجڑی مسماۃ لادو کا ایک واقعہ اسی کی زبانی ملاحظہ ہو :

”میں پول کی بو تھی۔ بیٹی جھجکی.... دمیرے پہلی بیٹی ہوئی تو

.... رات سے فجر ہوئی، فجر سے رات۔ خصم گھر نہیں آیا۔ جب

وہ آیا تو میں اس کے سر ہو گئی کہ.... بتا تو کہاں تھا.... میں نے

چھوری جو اٹھا کر دکھائی تو کہنے لگا ارچی اسے نہ مارو.... اب

میں نے کیا کرا۔ ٹوکے میں بسو (نوزائیدہ) کو ڈال کے چلی۔

خصم بچا رہے پیچھے پیچھے۔ ارچی ارچی اس کو نہ مار۔ (میں نے)

کا ڈھ جوتی (اس کے) تین چار ماری اور جلدی سے جا ہوج

(حوض) مایانی بھرا تھا اس مار میں (لڑکی کو) ڈال اُدپر ٹوکرا

رکھ دیا۔ وہ بچارہ مار بھی کھا کر نہیں مانا۔ آ کے کہنے لگا ہم

تو تھانے ما کہ آئے۔ اب تمہیں پکڑنے آویں ہیں۔ جب ڈری۔

اٹھا اپنا ٹوکرا گھرا گئی۔ اس نے چھو کر ہی نکال۔ یا ہرا لٹی ڈالی۔

جب اس کے پیٹ کا پانی نکل گیا، جب آیا اور اب پھر دد مری

بیٹی ہوئی تو میواتوں سے پونچھا تم چھوری کو کیا دو کہ مر جاوے۔

وہ پولیں ہم تو آکھ کا دودھ لے کے پلا دیں۔ مری پاوے۔ میں

نے بھی آکھ کا دودھ پلا دیا۔ وہ چھوکری مری گئی۔

اس زمانہ میں چیچک کا مرض عام تھا۔ اس موذی مرض کا علاج حکیموں کے پاس تھانہ ویدوں کے۔ ایک دفعہ بیماری شروع ہو جاتی تو علاقہ کے ہزاروں لوگ اس کا شکار ہو جاتے۔ کوئی گھرنہ بچتا جس میں دو ایک اموات نہ ہو جاتیں جو بچ رہتے وہ بچپن ہی میں بد شکل ہو جاتے۔ یہ عام خیال تھا کہ سینٹا دیوی ناراض ہو کر یہ بلا عوام پر چھوڑ دیتی ہے۔ چیچک کو سینٹا یا مانا کہتے ہیں۔ ہریانہ میں جگہ جگہ سینٹا دیوی کے مندر بنے ہوئے تھے جہاں سینٹا دیوی کا کہ یہہ المنتظر اور یہہ میت ناک بت رکھا ہوتا۔ اس بت کی بڑے اہتمام سے پوجا کی جاتی۔ اٹھارویں صدی کے مسلم راجپوت بھی اپنی قدیم عقیدت کے ساتھ اس کی پوجا کرتے اور گلگلے اور پوڑے پکا کر نذر گزاتے۔ رشتک، بدھلان، جھجر اور ندھانہ ہیں اب تک سینٹا دیوی کے مندروں پر میلے لگتے ہیں۔ شاہ محمد رمضان نے اس مشرکانہ رسم اور جاہلانہ خیال کو مسلمانوں میں ختم کرنے کے لیے علیحدھے روزے کا اجرا کیا۔ اس روز کنواری لڑکیاں بڑی بڑی علیحدھی روٹیاں پکاتیں اور عورتیں

۵ عائشہ بیگم مرحومہ: کتاب عمالات خواتین قلمی

ان روٹیوں سے روزہ اقطاع کرتیں۔ اس طرح آپ نے خیالی سینلا دیوی
کی ذات سے مسلم راجپوتوں کی عقیدت کا رخ بدل دیا۔

ہندوؤں کے مختلف الخیالی فرقوں میں صرف ایک عقیدہ مشرک

ہے اور وہ ہے احترام گاؤ۔ اس زمانہ کے تو مسلم راجپوت کے نزدیک

انسانی خون کی کوئی قدر نہ تھی حتیٰ کہ وہ اپنی بیٹیوں کو مار ڈالنا اپنے اوپر

فرض کیے ہوئے تھے مگر گلے کو ذبح کرتا ان کی شریعت میں بھی گناہ تھا۔

ان کے دماغ سے ہر جاہلانہ خیالی نکالنے کے لیے ضروری تھا کہ گلے

کے گوشت سے ان کی کراہت دور کی جائے۔ اس کے لیے آپ نے بی بی

مریم کے روزے کا اجرا کیا۔ یہ روزہ اب تک بعض لوگ ۷۰ رجب کو رکھتے

ہیں۔ عوام اس رسم کو روٹ بوٹ کہتے ہیں۔ اس روز گلے کے گوشت

کے ایک ایک پاؤں کے بوٹ بھونے جاتے ہیں اور انھیں روغنی روٹیوں

پر رکھ کر عزیز واقارب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

بڑی ہر باتہ کی چلائی ہوئی بعض رسوم مثلاً میٹھا روزہ، بی بی مریم

کا روزہ، روٹ بوٹ ایک صدی تک اسی اہتمام اور عقیدت سے منائی

جاتی رہیں جس سے کہ آج بعض لوگ کوٹھڑے کرتے ہیں۔ امتداد زمانہ سے

جیسا کہ چاہیے تھا یہ رسوم تو ختم ہو گئیں مگر انھوں نے لاکھوں انسانوں کو مشرکانہ رسوم سے نجات دلا دی۔

جہالت اور توہم پرستی میں بھولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر پانہ میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ اسے نظر لگ گئی ہے یا اس پر کسی دشمن نے جادو کر دیا ہے یا اس پر کسی عین یا بدروح کا اثر ہے۔ اپنے اپنے زمانہ میں زمین خاں پٹھان، لوتا چماری اور ماموں المہ بخش نے ڈنڈے ٹوٹکے ہیں بڑی شہرت پائی تھی۔ ان اصلی یا فرضی شخصیتوں کے گرد افسانوں کا ایک طوبار لگ گیا تھا۔ علاقہ کی ایک عورت کو بھی یہ بیانات نہ ہو سکتی تھی کہ وہ منہ سے لفظ "بن" ادا کر دے۔ کبھی عین کا ذکر آ جاتا تو ادھر ادھر دیکھ کر پامر مجبوری ماموں بن کہا جاتا تا کہ عین ناراض نہ ہو جائے جب کسی شخص پر جادو یا عین کا اثر فرض کر لیا جاتا تو ان تینوں میں سے کسی ایک مفروضہ شخصیت روح سے استمداد طلب کی جاتی۔ ہفتیں مانی جاتیں۔ اس کا علاج عملیات سے کیا جاتا۔ یہ خصوصیت علاقہ ہریانہ کی نہ تھی بلکہ تمام ہندوستان اس قسم کے جہل میں مبتلا تھا اور ہر جگہ "عامل" کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ حضرت ہادی ہریانہ جنے "جن اتارنے" کے لیے

کسی عملیات کا سہارا نہیں لیا۔ آپ نے اس بارے میں تقریر و تحریر کے ذریعے تعلیمات اسلامی کی ایسے ذہن نشین پیرایہ میں اشاعت کی کہ زین خان لونا چاہی اور ماموں المہ پیش کا افسون تازہ تازہ ہو گیا۔

تو مسلمانوں اور ان کے احنفا کو ہندوؤں سے تیز کرنا مشکل تھا۔
 دائرہ ہی بنا دیا بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے یہ نہایت ہی مفید کام کیا کہ مسلم راجپوتوں اور دوسرے تو مسلمانوں کا لباس بدلوا دیا۔ مردوں نے دھوٹی رجبے پہر پائی ہیں لاکھڑا کما کرتے تھے (چھوڑ کر تہہ بند اختیار کیا اور خواتین نے گھاگرا ترک کر کے پاجامہ۔ ان اور ایسی ہی متعدد تپالیوں کا یہ اثر ہوا کہ معاشرتی لحاظ سے مسلم راجپوت اور دوسرے تو مسلم اپنی قدیم ہندو پرادیوں سے قطعی مختلف ہو گئے۔

اب ہم آپ کی تصنیف عقائد عظیم سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اس عہد کی بعض بری رسوم کی نشان دہی ہوتی ہے :

”سوال : بندگی کسے کہتے ہیں ؟

جواب : بندگی اسے کہتے ہیں کہ امر خدا کا ہے، ریا، یا سوائق مسنون کے ادا کرے۔“ طاعت اسے کہتے ہیں جیسے

کوئی ایک زبردست کوڈتا ہوا پوجے۔ جیسے بھوت یا پیت کا
اوتار اتارے۔ جیسے شیخ سرو کا پھوکی یا ڈولی ہونے کے ڈر
سے بکرا یا بکری۔ یا سرد سلطان کے ڈر سے کہ کو ڈھی کر دیگا۔
پرانے کو سجدہ کرے یا کوئی کو پوجے یا ہڈر گائے کالی یا گوگا
کے ڈر سے کہ سانپ سے کٹوا دے گا، رتہ جگا کرے۔ سیتلا
کے ڈر سے خوشامد کا مارا بت خانہ میں جا کر بت پوجنے لگے، تو
کفر میں پڑا۔" اور دشمن وہ چیز ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ایک چیز کو عجائب یا خوبصورت پیدا کیا اور کوئی اسے پوجنے لگ
جاوے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے گنگا کا اچھا پانی پیدا کیا اور
کوئی اسے پوجنے لگ جاوے۔ یا پتھر میں آگ نکلنے لگے، کوئی
دیبی نام رکھ کر کوئی حاجت مانگے لگے یا سجادہ کرے۔ یا کسی
بزرگ کے مزار کا چاہ وہ بالال دیکھ کر سجدہ کرنے لگے۔ جیسے
حوٹلی بتائے، اس میں ایک طاق پیر کا ٹھرا دیا۔ یا ایک بت خانہ
بنا کر کسی بزرگ کا نام لے کر زمین کو لپیپ دیا یا تعزیر بنا کر اس
کی طرف معاملہ کر بلا کا کرنے لگے۔ یا بیاہ میں چاک پوجنے یا

کاغذ پر کعبۃ اللہ کی صورت لکھ کر اس کی طرف سجدہ کرنے لگے
یا طواف کرنے لگے۔ یہ سب شرک ہے۔

زبان کو چوڑیے۔ یہ آپ کے پیسے نہیں ہے بلکہ اس عہد کے ہر ہانوی
مسلمانوں کے پیسے ہے۔ دوج بالا اقتباس کوئی عملی بحث نہیں بلکہ یہ تمام
مشرکانہ رسوم و عقائد اس وقت کے مسلمانوں کے تھے۔ یہ ہر ایساں صرف
کتابوں میں لکھنے سے دور نہیں ہو گئیں اور نہ دور ہو سکتی تھیں۔ کسی عظیم مروج
کی شخصیت ہی عقائد و اعمال میں انقلاب پیدا کرتی ہے اور ہر بات میں
یہ کام خدا نے حضرت شاہ محمد رمضانؒ سے لیا۔ آپ کا کام صرف عقائد کی
تعمیر ہی تک نہ تھا۔ بلکہ آپ نے دختر کشی اور سینٹا دیوی پرستی جیسے گھناؤنے
افعال سے لاکھوں انسانوں کو بچایا۔ لوگوں کا لباس بدلوا کر تمدن کا رواج
سورہ دیا۔ جنگجو قبائل کی خوسے غارت گری کو شجاعت سے بدل ڈالا اور انہیں
کاشت کاری اور باگی و فاعلی بلذمتوں کی طرف رجوع کیے ان کی اقتصادیات
کو تعمیر بدل دیا۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ ہر بات کے

تمام مسلم راجپوت معصیت میں گرفتار تھے۔ اس زمانہ میں بھی ہر قسم کی صلاحیتوں سے بھرپور ان قبائل میں ایسے ایسے گھرانے بھی تھے جو پر اس اسلامی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی مختصر سے گروہ صاحبین نے حضرت ہادی ہریانہ ج کی اصلاحی تحریک کی تائید میں پہل کی اور اسی پاکیزہ گروہ کی اعانت سے یہ تحریک پروان چڑھ سکی۔

ہم نے اس باب میں مسلم راجپوتوں کا صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ ہریانہ کی آبادی کا جزو اعظم تھے۔ دیال اور عنبی بیسیوں قومیں تھیں جن میں سے بعض میں راجپوتوں سے بھی زیادہ برائیاں تھیں ان کی اصلاح احوال بھی تحریک شہید ہی رہ کا نتیجہ ہے۔ ہریانہ کے اکثر دیہات ایسے تھے جہاں صرف غیر مسلم ہی بستے تھے لیکن ہر گاؤں میں کم از کم ایک گھر مسلمان وہی پیشہ دروں کا تھا۔ ان دو سفید پیشوں پر مسلمانوں کی اجارہ داری تھی۔ یہ صرف تحریک ہی کی وجہ سے اتنے راسخ القیدہ مسلمان ہو گئے کہ ان پر قیام پاکستان تک ہندو توہمات اور رسوم کا قطعی اثر نہیں ہوا اور اخیر تک یہ دو اقوام باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہیں اور ول کے لیے ایک اچھا نمونہ رہیں۔

حاکم شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

اگر کسی کی مخالفت نہیں ہوئی تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے معاشرہ میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ حکومت نے ہادی ہرمانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید ہمیں کے والد کی جاگیر ضبط کر لی۔ مسلمانوں میں آپ کی تحریک کی راہ میں بے پروا اور چودھری قسم کا حلقہ رکھا گیا۔ کیونکہ ہر اصلاحی اور مفید عوام تحریک کی زد میں اس طبقہ کا اقتدار ضرور آتا ہے۔ ایسی مخالفتوں سے ایک مصلح کا جو ہر تکھڑتا ہے۔ مگر جو لوگ اصلاح کرنے کے بہ ہی ہوں اور وہ مخالفت پر اتر آئیں تو تحریک کی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے۔ البتہ ایسی مخالفت کا ایک روشن پہلو بھی ہے۔ لوگ زیادہ چھان پھٹک کر تحریک کے مقاصد کو قبول کرتے ہیں جس سے وہ دیر پا ہو جاتی ہے۔ ایسی ایک مخالفت کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

شاہ محمد رمضانؒ کے حلقہ دور ویشاں میں ایک ممتاز بزرگ، مولوی نور محمد صاحب تھے۔ وطن تو ان کا ضلع حصار میں موضع رانیہ تھا مگر انھوں نے موضع بگیٹر کی سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ پھر ہم میں بادی ہر پانچ گنی خدمت میں رہنے لگے۔ ان کے سپرد رویشوں کو پانی پلانے کی خدمت تھی۔ رام پور کے فارغ التحصیل تھے۔ وہ ہیلہ اساتذہ کے اثر سے حرارت ایمانی بہت پیدا ہو گئی تھی۔ یوش عقیدت کا یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتے کہ جس پر حضرت شاہ صاحبؒ کی ہیلی کی گرداڑ کمر پڑ جائے وہ جنتی ہو جاتا ہے اس غلو کا رد عمل تھا باطباع کا اختلاف کہ یہی بزرگ دم آفریں تک حضرت شاہ محمد رمضانؒ کو ان کی شہادت کے بعد بھی اور ان کو مسلمان ماننے والوں کو بھی علی الاعلان کافر کہتے رہے۔

خاں بہادر پیرزادہ مظفر احمد نقوی (۱۸۵۷ء - ۱۹۳۰ء) ایک معروف شہرت کے کثیر النصاب بزرگ تھے۔ علامہ اقبالؒ کی مثنوی اسرار خودی شائع ہوئی جس میں حافظ شیرازی پر بڑی ہی جرأت مندانہ تنقید تھی۔ اس پر طبقہ صوفیاء کی طرف سے اعتراضات ہوئے۔ نقیب الصوفیاء نے کہ جناب نقوی نے کھل کر ان اشعار کی مخالفت کی اور نارسا میں مثنوی بلاز

بیت خودی کہہ کر اسے شائع کرایا۔ اس تمام ہنگامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علامہ نے اسرار خودی کے دوسرے ایڈیشن میں حافظ شیرازی سے متعلق اشعار حدت کر دیے۔ یہی فقہلی صاحب اب سے ستر سال پہلے مولوی نور محمد صاحب کے وطن رانیہ میں قلعہ دار تھے۔ ڈپٹی کلکٹر بعد میں ہوئے۔ وہاں انھوں نے مولوی صاحب موصوف کے حقیقی نواسے پیر احمد شاہ کی وساطت سے موصوف کے قلمی مسودات اور علماء کے فتاویٰ دیکھے۔ حافظ محمد سعید صاحب ساکن رانیہ بطور معاون مولوی صاحب موصوف کے ہر معرکہ میں شریک تھے۔ ان معرکہ بزرگ سے حالات دریافت کیے۔ ان ہنگاموں میں شریک ہونے والوں کی اولاد کے بیانات لیے اور کہید کہ کیر کے قایم تحریریں حاصل کیں اور پھر نقیب اللادیا جلد دوم کے دفتر دوم کو مرتب کیا۔ زیادہ تر یہی کتاب اس اختلاف کے بارے میں ہمارا ماتخذ ہے۔ اس کے بیانات کی تصدیق روفا الر عنوان سے ہوتی ہے۔

مولوی نور محمد صاحب بیگم طابع حصار میں خدمت اسلام کر رہے تھے۔ یہی بزرگ تھے جو علاقہ کے سربراہان اور حضرات کا ایک دفتر

کہ ہانسی میں شاہ محمد رمضان کی خدمت میں گئے۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ہادی ہر پانچ بجے ٹھہرے اور شریفیت لے گئے اور وہاں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر رسم دختر کشی سے توبہ کی۔ یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور فتح آباد تشریف لے گئے۔ بقول صاحب نقیب الاولیاء یہی وہ مخالفت تھی۔ مولوی نور محمد صاحب حلقہ درویشاں کے ایک ممتاز فرد تھے۔

اس واقعہ کے بعد مولوی صاحب کا ہم میں آنا جانا کم ہوتا گیا۔ انہوں نے کئی محفلوں میں دینی زبان سے قصوت کی مخالفت شروع کر دی اور پھر کھلے بندوں مسئلہ وحدت وجود کو غیر اسلامی بتایا۔ اس منہوفا نہ ماحول میں یہ بڑا ہی جرات مندانہ اقدام تھا۔ مولوی صاحب ایک سچے موجد تھے۔ ایک روایت ہے کہ ان کے پاس ایک بھینس تھی جس کے دودھ پر ایک حد تکسہ ان کی گذر آذونات تھی۔ وہ بیماریا ہو گئی اور دودھ دینا بند کر دیا۔ ان کی زوجہ نے کہا اب کیسا بنے گا بھینس تو دودھ نہیں دیتی۔ یہ جو شش ایٹنی تھا کہ آپ نے فوراً اس بھینس کو ذبح کر دیا اور زوجہ سے کہا "سے تیرے رازق کو تو میں نے ذبح کر دیا ہے۔"

مخالفت پھڑک گئی تو وہ باتیں بھی ہونے لگیں جو اس کا اکثر حالات میں
 قدرتی نتیجہ ہیں یعنی مولوی صاحب موصوف نے حضرت شاہ محمد رمضان سے
 وہ باتیں منسوب کرنا شروع کر دیں جن سے شاہ محمد رمضان کا کوئی تعلق
 نہیں تھا۔ ایک روز گاؤں کے کچھ لوگ آپ سے حضرت ہادی ہریانہ
 کی تہیروہ پوچھنے آئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ہر شے کو خدا مانتے ہیں
 وہ کافر ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا
 اور ان کے سلام کا جواب دینا ناجائز ہے۔

اب حقیقت میں غلو کی جگہ مخالفت کی شدت نے ملے لی۔ حضرت
 ہادی ہریانہ کی طرح آپ نے بھی نظم کو وسیلہ اظہار بتایا اور حضرت ہمچ
 کی کتاب بیل باریغ نبی کے مقابلہ پر اپنی کتاب شہانہ شریعت کے لیے اشارہ
 کہنا شروع کیے۔ بیل کے مقابلہ پر شہانہ لاکھڑا کرتے سے شدت جذبات
 اور دم ختم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شہانہ شریعت بعد میں کئی مرتبہ شائع
 ہو چکی ہے۔ اندازہ یہ ہے ۵

شہانہ رسالہ شریعت والادھائے پیاوچ ڈھار ان
 سنو رنگی بیل باری چڑیاں لکھ شہانہ!

زنگیلی اور بیل باغ نبی حضرت ہادی ہر یارہ کی متعدد تصانیف میں سے

دو ہیں۔ آپ کی ایک اور تصنیف آخرت کے بارے میں کہاسے

قریبیل والے آخرت بہک ہو کتاب بنائی

اس وجہ کفر الائنس سنتو مومن بھائی

حضرت شاہ غلام جیلانی حدیثی اور منکی (۱۷۵۰ء - ۱۸۲۰ء) حضرت

شاہ محمد رسائی کے مشنہ دار اور معتقدین میں سے تھے۔ یہ بھی کثیر التصانیف

بزرگ تھے۔ ان کی تصنیف "اظہار خفا در واجب ممکن" کے متعلق کہاسے

ہو رہتک واللا غیر شریح جس نام غلام جیلانی

اوہ بیل والاطالب اسدا سے فٹے ہرکا تانی

اظہار خفا در واجب ممکن نام رسالے اسدا

جس تے نازل تہرا ہی کفرول حصہ تسدا

مولوی صاحب اس سے بھی کچھ آگے بڑھے اور نام لے کر مولانا

فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، مولانا عبدالرحمن جامی

اور محی الدین محمد ابن العربی کو کافر کہتے رہے۔ ایک حلقہ میں ان کا اس

قدر اثر ہو گیا تھا کہ عورتیں اپنے تھاپنی جاتیں اور کہتی جاتیں "دومی کافرا"

جامی کافر، نہی کافر ہیں۔“ حالانکہ انہیں خورتوں کو حضرت ہادی ہر پانہ رہنے
دختر کشی کی لعنت سے بچایا تھا۔

حضرت شاہ محمد رمضانؒ کثیرا لائقانیت بزرگ تھے اور بسیار گو شاعر
بھی۔ آپ کے وعظ و تلقین کی محفل کم و بیش ہر روز لگا کرتی تھی۔ آپ نے
تظلم و نشر میں مولوی نور محمد صاحب کا نام لے کر یا کنایتاً ان کے خلاف ایک
لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ ہی ایسی کوئی زبانی روایت ہم تک پہنچی کہ آپ نے
کسی تقریر میں مولوی صاحب موصوف کو برا کہا ہو۔ مگر آپ کو عقیدت کی
نظروں سے دیکھنے والے مشتعل ہو گئے اور بات یہاں تک بڑھی کہ ریڈیو
دہلی کے ایما پر آپ نے اپنے معتقدین کو برا من رہنے کی تلقین کی۔ آپ کے
معتقدین میں وہ ہزاروں جوان بھی تھے جو کربلہ لگنا انڈر کے رسالہ مقیم
پالسی میں تھے۔ ان کو مشتعل پا کر کمانڈنگ آفیسر نے حکم منلع سے مشورہ
کیا اور مسئلہ کے فیصلہ کا دار و مدار مناظرہ پر قرار پایا۔ آپ نے فرمایا
کہ میں اس لیے خاموش ہوں کہ اس دقیق علمی مسئلہ و حدیث و وجود کا تعلق عوام
سے نہیں۔ ہاں اگر خود مولوی صاحب تبادلہ خیال کرتا چاہیں تو میں ان
کی کشش کرنے پر آمادہ ہوں۔

علم و فضل کا اتنا تقاضا تھا کہ مولوی نور محمد صاحب بالمشاورہ گفتگو کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہ پاتے تھے۔ انہوں نے مولوی احمد جی مسکنہ نام سے رجوع کیا جو نہ ہلی میں رہتے تھے اور مولوی کلیم دین صاحب سے بیعت تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے مولوی محمد بخش سناہی کو مناظرہ کے لیے آمادہ کیا۔ مولوی محمد بخش سناہی ایک عالم یا عمل تھے اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے حلقہ درس کے سند یافتہ تھے۔ معقول و منقول میں بہارت نامہ رکھنے کے علاوہ قوت گویائی میں ان کی شہرت دور دور تک تھی۔

فتح آباد موجودہ ضلع حیدرآباد کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ اس کی تفصیل کے بارے میں اس مناظرہ کا انتظام ہوا۔ لفظ مناظرہ سے طبیعت میں کچھ تکید پیدا ہوتی ہے۔ مگر ان پاک طبیعت بزرگوں کا یہ "مناظرہ" انوکھی شان کا تھا۔ پانچ میں خلقت کا ایک از دھام تھا مگر مناظرہ ایک خمیر نہیں ہوا جس میں دو مناظرین اور ان کا ایک ایک ساتھی ہے۔ باقی لوگوں کو بکٹ نہیں سٹھنے دی۔ مولوی نور محمد صاحب بھی اس خمیر میں نہیں تھے۔

مناظرہ کی بنیاد وہ تین سوال قرار پائے جو مولوی محمد بخش صاحب

نے کیسے؟

(۱) وحدت وجود اور قائدان وحدت وجود کی نسبت آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

ہے؟

(۲) وجود مطلق کی بابت کیا کہہ سکتے ہیں؟

(۳) ابیات بلبل باغ نبی حین گو مولوی نور محمد صاحب کلمات کفر قرآن

دیتے ہیں۔ ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

(۱) وحدت وجود میرے عقائد میں روا ہے۔ میں قائدان وحدت وجود

کو مسلمان مانتا ہوں۔

(۲) وجود مطلق کو میں حقیقت الحقائق مانتا ہوں۔

(۳) ابیات بلبل باغ نبی لفظاً و معنیاً شریعت کے خلاف ہیں۔

صاحب فقہانہ انہیں لکھتے ہیں:

”یہ سن کر مولوی محمد بخش کا اور پاسے تقریر جوش میں آیا۔“

تقریر کیا تھی گویا ایک سیلاب الزام تھا جس نے وہاں علوم کے

کناروں کو گھیر لیا تھا۔ مولوی صاحب نے یہ مناظرہ کے وسط ہلکے سے

پارہ ہونے کے واسطے قرآن و سنت، اچانک و تیس کے تہمتوں سے
 کشتی بنائی عقلیات کا فلسفہ کے ایٹم پتھروں سے اُسے سنگین کیا۔
 اصول و عقائد کا اس میں لگاؤ ڈالا۔ اپنے تبحر کو صلاح بنایا اور منہلن کے یاد بان
 سے اپنے بیان کے سمندر میں اس کو چلانا شروع کیا۔۔۔۔۔ مولوی محمد بخش
 کی تقریر شروع ہوتے ہی شاہ محمد رمضان اپنے سرور و مال ڈالی کہ اپنی
 کہہ ہی پر مراقب ہو بیٹھے تھے اور بہت غور سے مولوی محمد بخش کی تقریر سننے
 تھے۔ جب مولوی صاحب اپنے دعوے کے اثبات میں براہین و حجت پیش
 کر کے اپنی تقریر ختم کرتے آپ مراقب سے سر اٹھا کر محققانہ انداز میں ایسا جواب
 شافی دیتے کہ مولوی محمد بخش کے دلائل کی عمارت بنی بنائی بنیاد سے گر پڑتی۔
 ۔۔۔۔۔ ثقافت سے روایت ہے کہ بیٹا نادر اسی طور چالیس روز متواتر
 رہا۔ چاشت کے بعد سے شروع ہونا اور ظہر کے وقت تک رہنا تھا۔
 اس انہام و تقہم کو شاہ کوٹا کچھ زیادتی ہے۔ اس موقع پر حضرت
 شاہ محمد رمضان اور مولوی محمد بخش صاحب سنا ہی کی پیرتوں کے بعض ایسے
 پہلو نمایاں ہوئے ہیں کی مثالیں ہماری فکر سے تو گزری نہیں۔ ایک موقع

پر حضرت شاہ صاحب نے ایک کتاب کا حوالہ درست نہیں دیا۔ مولوی صاحب
 اس غلطی کو نہ پکڑ سکے۔ حضرت ہادی ہر پانچ روزے لکھ کر دیکھا تو وہ حوالہ درست
 نہ تھا۔ اگلے روز جانتے ہی پہلے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اس اعتراف سے
 مولوی نور محمد صاحب کے ایک ہم خیال نے اس طرح پیش کیا: حافظ صاحب اللہ
 صاحب ساکن بیگڑھنے نقل کیا کہ مولوی محمد رمضان مرحوم ساکن اور مولوی
 محمد بخش صاحب مرحوم ساکن سنام میں ایک شے ہیں منظر تھا۔ دوسرے
 دن مولوی محمد رمضان صاحب نے اس جمع میں آتی ہی فرمایا کہ لوگو! جس مکہ
 میں کل جمع گنہگار رہے تھے رات بھر کو اس میں اپنی خطا ظاہر ہو گئی۔

نقیب اللادلیا میں مولوی محمد بخش صاحب سنامی کے حقیقی نواسے مولوی
 عبدالعزیز ساکن بیگڑھ اور دیگر مہر لوگوں کی تہناتی یہ روایت نقل ہوئی ہے
 کہ چالیسویں روز بچہ ختم ہوئی۔ مولوی محمد بخش صاحب سنامی نے خیمہ سے
 باہر نکلی کہ اعلان کیا کہ قارئین کو عید و چودہ روز مسلمان ہیں ان کو کافر کہنا اور

سے پیش عبدالحق: تحفۃ الابرار صفحہ ۱۰۱ ملاحظہ ہو۔ ۱۲۹۰ھ مطبع فاروقی دہلی۔

ترتیب کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب مولانا فقیر حسین محدث دہلی کی تحریروں کو ترتیب
 دے کر تیار کی گئی ہے۔

ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کرتا، ان کے ساتھ مناکحت کا سلسلہ جاری کرنے سے منع کرنا اور ان کے ہاتھوں کا ذیخہ نہ کھانا ہرگز جائز نہیں۔

اس اعلان کا مولوی نور محمد صاحب پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے مولوی محمد بخش صاحب سے کہا کہ آپ شاہ محمد رمضان سے مل گئے ہیں۔ جب حضرت ہادی ہر بانہ رح کو اس رد عمل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب خود آکر تسلی کر لیں مگر مولوی صاحب موصوت خود گفتگو پر آمادہ نہ ہوئے اور حافظ مصری صاحب کو اپنا ثالث مقرر کیا۔ حافظ مصری ایک بزرگ منش، منکر المزاج با علم درویش نقشبندیہ مجددیہ خاندان ہیں معیت تھے اور نقشبندی بزرگ وحدت شہود کے قائل ہیں۔

حافظ صاحب نے اسی خیمہ میں بیٹھ کر طرفین کے دعویٰ سے لکھ لیے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح کی خدمت میں فیصلہ کی غرض سے بھیج دیے۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی رح نے حافظ مصری اور طرفین کو دہلی طلب کر کے اعتراضات اور ان کے جوابات سن کر تحریری فیصلہ صادر فرمایا۔ اس فیصلہ کی ایک نقل ہمارے پاس ہے۔ یہ فیصلہ لفظ بلفظ وقتہ الرضوان اور نقیب الاولیاء جلد دوم و فردوم میں شائع

ہو چکا ہے۔ مشہور عالم مولوی شتاق احمد صاحب ^{طیٹھوئی} مرحوم نے اس
فیصلہ کے عربی حصہ کی ایک رسالہ میں شرح کی تھی جو ۱۳۳۲ھ میں
نقیب الاولیاء جلد دوم و ترم دوم کے ساتھ تحفہ منظریہ کے نام سے شائع
ہو چکا ہے۔ حافظ انوار اللہ مرحوم نے حیدرآباد دکن سے یہ رسالہ "فیصلہ
شاہ صاحب دہلوی" نے نام سے شائع کیا تھا۔

یہ فیصلہ اس لیے تاریخی ہے کہ اس سے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی
کے وحدت وجود کے بارے میں خیالات کا علم ہوتا ہے۔ اس باب میں
ہم نے اپنا نک بادل ناخواستہ جو کچھ بھی لکھا ہے وہ محض اس لیے ہے
کہ اس فیصلہ کا پس منظر سامنے آجائے۔ ہم یہ فیصلہ لفظ بلفظ یہاں نقل
کرتے ہیں:

محاکمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ذکر لیسٹ درمیان آنکہ حاضر آند
شاہ محمد رمضان ابن شاہ عبدالعظیم ابن مولوی شاہ عبدالعظیم صدیقی
مخبر باسم و نسب خود پر شریعت غرا و ملت بیضا، نزد عام الشرح
عبدالعزیز تاریخ لیسٹ و پھارم و یقعد ۱۳۲۵ھ و حاضر آورد

میان مولوی نور محمد ابن ملا را که قوم جو یا است. آن هم بخبر
 یا هم و نسب خود بود بتاریخ بست و هم شهرند کور. و دعای طرفین
 به سینه عاقل مصری که حکم خود مقرر کرده بودند قبل ازین نشان
 دستخط هر دو صاحبان بر آن ثبت بود.

قول محمد رمضان این است که اهل اللد در باره وحدت
 وجود بر حق هستند و نیز قائلین و وحدت وجود. در عقیده من
 منظر نیز وحدت وجود رواست در نفس الامر فقط. و دعوی
 دیگر ابیات بابل باغ نبی موافق ترجمه من رواست. همین معنی
 دارند که نوشته ام. و قول دیگر آنکه وجود مطلق حقیقتاً الحقائق
 است. انتهى.

و قول نور محمد آنست که عقیده وحدت وجود در شریعت
 قرار و انبست و قائلین وحدت وجود در شریعت غیر مقبول
 هستند. فقط. و دیگر آنکه ابیات بابل باغ نبی در شریعت
 کفر هستند. فقط. و دیگر آنکه یک وجود مطلق حقیقتاً الحقائق
 نیست یک حقائق اشیا مختلف هستند. انتهى. تم دعواهما.

نیز بر دو صاحبان بموافق دعاوی مسطورہ زبانی اقرار اظہار کردند
 من بعد آن شاه محمد رمضان عقیدہ خود موافق اہل سنت و الجماعت
 متکلمین اظہار کرده و گفته کہ ہر چیز در تصبیہ امانی است بر اہل عقائد
 دارم و مریدان خود را ہم ترجمہ او در ہندی نظم نموده آموختم و
 تا کیر نمودم کہ بر اہل عقیدہ باشند علی الہوام و نیز ہر طریق ادباً
 اللہ را منقاد و مطعم و ہر حالت او شان را معترفم و امید دارم
 کہ بہ برکات او شان علیہم الرحمۃ والغفران مستفی بقیضان الہی
 شوم۔ پس ایں خادم الشرع را معلوم گشت کہ شاه محمد رضا
 را عقیدہ جامع است کہ مشتمل بر عقائد سنت و جماعت متکلمین و
 بر مصطلحات صوفیہ صافیہ محققین اہل اللہ۔۔۔ و میان نور محمد
 را عقیدہ بر شریعت ظاہر است و انکار بہ کمال اہل اللہ و حالات
 و اصطلاحات آہنا نیز منکر و خمبیدہ است کہ او شان بزرگواران
 از جادہ شریعت پا بیرون نہادہ۔ معاذ اللہ۔ نمی آند کہ او شان
 منصف باوصاف مشرک گشتہ اند۔ لہذا میان نور محمد را از
 عقیدہ ناسدہ بیرون کردہ شد تا در تحت عقوبت الہی نیاید چرا

کہ مبعوث اولیاء اللہ مبعوث خدا و رسول اوست۔ بہ بیان کردن
 مراتب اولیاء کہ حضرت سید المرسلین فرمودہ عَمَلَاءُ اُمَّتِی
 کَانَ نَبِیَّیْنِیْ اِتْسَامِیْلَ وَ نَبِیْرَ الْعَلِیَاءِ وَ رَثَّةُ الْاَنْبِیَاءِ
 وَ الَّذِیْنَ اَوْلُوا الْعِلْمَ دَرَجَتٍ وَ نَبِیْرَ بَابَاتٍ وَ اَعَادِیْثَ دَلَالَةٍ
 بِرِ اَثَابَتٍ وَ عَدَلَتٍ وَ جُودٍ بِرِ نَبِیْرَ مَحْتَمَلِیْنَ صَوْفِیِّہِ وَ ہِمَّ خُصُوصِ الْاِہْلِ السَّنَةِ
 وَ اِبْجَاعَتِ جَاهِدُوا فَشَاهِدُوا قَالُوا اِنَّ اللّٰہَ سَبْحَانَهُ وَ اٰہِدُ
 لِبَسِیْطِ الْاَنْبِیْطِ عَلٰی ہِیْکَلِ الْمَوْجُودَاتِ بِمَعِیْتَةِ الذَّاتِیَّةِ
 وَ یَمِثَلُ ذَا لَکَ الْعِجْرَ وَ ظُہُورَہِ فِی صُوْرَةِ الْاَمْوَاجِ الْمَتَکَثِّرَةِ
 مَعَ اِنَّہِ لَیْسَ هُنَاکَ اِلَّا حَقِیْقَةُ الْعِجْرِ فَا یَجِبُ اِدْحَاقُ عِبَارَةِ
 عَنْ ظُہُورِ الْحَقِیْقَةِ الْمَطْلُوقَةِ بِالصُّوْرِ الْمَخْتَلِفَةِ الْمُنْتَعِدَةِ
 اِلٰہِ شَہَادَتِہٖ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
 وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ اِلٰہِ وَ قَالَ اللّٰہُ
 تَعَالٰی اَیْمَا تَوَلَّوْا فَنَّمَّ وَ حِیْہُ اللّٰہِ وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی
 جَعَلْتُ فَلَمْ تَطْعَمْنِی - الحدیث -

و قال فی جامع الاموال فی آخر حروف الصاد

في الكتاب العاشر في الصفات - من أبي هريرة رضي
الله تعالى عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول هذه الآية ان الله يامركم ان تؤدوا
الامانات الى اهليها الى قولها تعالى ان الله كان
سميعا بصيرا - ورايت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يضع ايها مه اذنيه والستى يلبها على عينه -
اخرجه ابو داود

وفيه اشعار بان الله السميع بالاذن والبصير بالعين
في تحليته الظلي خذ وات الامكنات وصفاتهم واقوالهم
عارية وهو سبحانه لسمع بسمع الذائق ويبصر ببصر
الذائق في مرتبة الالوهيته انتهى عن كتاب معيار
الموحدين -

وغير آيات هم فوائد شد خاتمة

وا سترهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين
لهم انه الحق اولكم يكف بربك انه على كل شئ

شہید -

(۲) اَلَا اِنَّهُمْ فِيْ قِرْبَةٍ مِنْ لِقَائِ رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّهُمْ بِعَمَلٍ
شَيْءٍ مُّحِيطٍ

(۳) وَمَا رَبَّنَا اِذْ رَعَيْتَ وَالسُّكْرَ اَللّٰهُ رَعَىٰ

(۴) وَاِنَّكَ اِلٰذِيْنَ يَبْتَغُوْنَكَ اِنَّمَا يَبْتَغُوْنَ اَللّٰهُ يَدُ
اَللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

دو دیگر احادیث لو انکم ولیدتم بحبل علی الارض
السفلے یہبط علی اللہ۔ این ہمہ ولالت میکند یہ اثبات
وحدت و وجود و حقیقتہ المتعاقب کہ منقطع اہل حقانیت ہونے اندر
ایشان اہل اللہ کامل و در شرائع و اکمل الایمان اند۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در کیمیائے سعادت آورده
وصاحب ملتقط و ملتقط ہم نوشتہ : اعلم ان التوحید علی الاربع
ہر انتب الاولی ان يقول لا الہ الا اللہ باللسان وقلیہ
غافل عنہ او متکلمہ کتوحید المتعاقب و الثانیۃ ان
یصدق قلبہ اللفظ قلبیہ کہا ایمان حکیموں المسلمین و ہر

اعتقاد والثالثة ان يشاهد ذلك بطريق الكشف
 بواسطة نور الحق وهو مقام المقربين وهو ان
 يرى اشياء كثيرة لكن يراها صادرة من الوحدة
 والرابعة ان لا يرى في الوجود الواحد وهو
 مشاهدة الصفة يقين -

پس مولوی نور محمد چوں ایں کلام منجی است از غیاب
 شکوک و ظلمات ادہام بشنید بیکارگی بے قیل و قال و بے شبہ
 توبینہ النصوح کرد و در محفل جمہور عوام و خواص از علماء کرام و
 فضلاء عظام از انکار آردن بے بزرگان اہل اللہ اہل معرفت
 وجود ہم از گفتن ایشان کہ بسبب شقاوت ازلی است و نیز
 استغفر اللہ و اتوب الیہ بخوانند۔ از دل و جان اقرار و اعتراف
 نمود کہ ادشای اولیاء اللہ آثار و صاحب کرامت اند و دیگر
 آنچه در حق معتقدین اہل اللہ ناشائستہ گفتہ بودم و نماز و روزہ
 و جماعت و زچہ و نکاح و سلام و جواب عطشہ و دیگر امور
 شرعیہ ناجائز و بے درست پنداشتہ بودم، توبہ کردم۔

و دیگر کتاب بلبل باغ بنی بعض ابیات اورا کہ نور محمد محل بر کفر کردہ
 محض غلط و خطا کردہ کہ ترجمہ او شاں درست است۔ اما بعضے
 از آہنا مشابہت یہ ابیات مثنوی جلال الدین رومی و تحفہ
 مولوی جامی و کتاب فخر الدین عراقی دارند۔

پس میاں نور محمد تائب شدہ و تصور فہمید خود نمودہ نصیحت
 نامہ برائے تابعین خود و دیگر جمیع مسلمین نگارش کنانیدہ بردہ
 یغتمون آنکہ ہر یک مسلمان بر مسلمانی خود باشند یک دیگر را تکفیر و بدگویند
 و نماز پس یک دیگر خوانند۔ اگر مولوی نور محمد بر توبتہ المنصوح علی الہوام
 بماند بہتر والا اگر باز انکار اہل اللہ موصوف بر طریق وجودی باشند یا
 شہودی و دیگر مردم مسلمان را تکفیر تفسیق و تدبیل و جواب سلام ندہند
 واجب التعمیر بردانند کہ ہر مسلمان را کافر گوید مستحق تعزیر است۔

ورقناوی عالمگیری: من قذت مسلما بیا فاسق
 وهو ليس يفاسق او ابن كافر او نصراني الهی
 ان عزير قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ثلاث في اصل الايمان الكف عن من قال لا

إِلَّا اللَّهُ مَا لَا تَكْفُرُ بِهِ ذَنْبٌ وَلَا تَخْرِجُهُ مِنْ

الْإِسْلَامِ بِعَدْلِ أَلِيٍّ آخِرًا - رواه أبو داود فقط

کتب حکما مرعی بتاریخ مفتی ذی الحج ۱۲۳۵ھ

عبدالله بن أمه الله ۱۲۳۲

هو العزيز الولي الرحيم

نشان ہر شاہ عبدالعزیز دہلوی؟

یہ فیصلہ ۱۵ ستمبر ۱۸۶۲ء کا ہے۔ اس سے کچھ عرصہ کے لیے مخالفت کی
آندھیاں چلی ہی بند ہیں۔ مگر کچھ عرصہ بعد اچانک پھر مخالفت شروع ہوئی
اس بار مولوی صاحب موصوف نے اپنی تکفیر کی فرست میں حضرات دہلوی؟
جائی اور نہی؟ کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی؟ کو بھی شامل
کر لیا۔

مسئلہ وحدت وجود ایک انتہائی مسئلہ ہے مگر بہر کیف ایک مسئلہ
ہے جس کے انکار یا اقرار کو اساس ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وجود

سہ وقتہ الرضوان ص ۹۸، نقیب الاولیاء ۱

مطلق حقیقت الخالق ہے" کا ترجمہ "ہر چیز خدا ہے" کر کے کفر کا فتویٰ لگا دینا
 خدمت اسلام نہیں۔ اس امر میں حضرت ہادی ہر باتہ ج کے عقائد و تعلیمات
 کا ہم اگلے باب کے اخیر میں ذکر کریں گے۔ یہاں آپ کی ایک تصنیف
 عقائد عظیم سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ
 یہ ہنگامہ مخالفت برائے مخالفت کا پیدا کردہ تھا:

"مسئلہ: اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تمام عالم ذات خدا کی ہے یا نافر
 کی ہے۔ تو کافر ہوا۔ کیونکہ خدا کی ذات بے عیب اور بے نقصان
 اور بے زوال ہے اور وہ چیزیں (یعنی عیب، نقصان اور
 زوال - ناقل) آدمی اور سب خلق میں موجود ہیں۔"

لیکن اس ایک مخالفت سے مولوی نور محمد صاحب کے تمام کام
 پر پانی نہیں پھر جاتا۔ اس محترم شخصیت نے ضلع حصار کی تحصیل فتح آباد
 میں لوگوں کو عامل شرع بنانے کے لیے بڑا ہی قابل قدر کام کیا۔ ایک
 لحاظ سے ان کے کام کو بھی حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی تحریک کا نتیجہ
 سمجھنا چاہیے۔ اس تحریک نے لوگوں کو اصلاحی کام کی مزورت

محسوس کرائی اور مولوی نور محمد صاحب نے تو تربیت ہی حضرت شاد صاحب
مہمیہ کے حلقہ درویشاں میں پائی تھی۔

تصانیف

بادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی رح کی بیشتر تصانیف اردو کی ایک شاخ ہریانی زبان میں ہیں "لسانی حیثیت سے ہریانہ کا اطلاق اضلاع کرنال و دہلی و رمتک، جنوب مشرقی گوشہ علاقہ پٹیالہ، مشرقی علاقہ ضلع حصار پر نیز ریاستہائے ناچہ و جیند کے متفرق علاقہ پر جو رمتک و حصار کے مابین ہے کیا جاسکتا ہے جس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں :

» مشرق میں حد قاضل دریائے جمنہ ہے جو اسے بالائی دو آب سے متصل کرتا ہے۔ شمال میں ضلع انبالہ۔ جنوب میں ضلع گورگانوال

مغرب میں ریاست پٹیالہ اور جنوب میں ضلع حصار۔ اس رقبہ میں وہ حصہ جو ضلع کرنال و دہلی پر مشتمل ہے اور جمنہ کے مشرقی کنارے پر واقع ہے کھادر کہلاتا ہے اور وہ علاقہ جو ریاست

پٹیالہ میں نروانا سے شروع ہو کر جنوب میں جینڈ نظامت ضلع
 رینک اور نصرت مشرقی نظامت دادری ریاست جینڈ اور
 نصرت شمالی حصہ ریاست ناچھہ واقع مغرب ریواڑی، بانگڑ
 کے نام سے موسوم ہے۔ اس تمام علاقہ یعنی ہریانہ، کھار اور
 بانگڑ میں ایک ہی زبان بادی تعمیر بولی جاتی ہے لیکن حیراتی
 بنا پر اس کے دو نام ہو گئے ہیں یعنی ہریانہ میں ہریانی نام پسند
 کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیساری اور دیسوانی بھی کہتے ہیں۔
 اس وسیع علاقہ کی آبادی کا کم و بیش چھٹا حصہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے
 پاکستان آ گیا۔ یہاں جو زبان بولی جاتی ہے اس کی خصوصیات کی تفصیل
 معلوم ہونے کے بعد ہی حضرت بادی ہریانہ رح کی تصانیف کی ادبی خوبیوں
 کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک جداگانہ تصنیف درکار ہے
 اور ہمارا ارادہ آپ کی تصانیف پر تبصرہ کرتا نہیں۔ ہم صرف تعارف پر
 اکتفا کریں گے۔ یہاں اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ آپ ہریانی زبان کے
 حافظ محمود شیرانی: مضمون "اردو کی ایک شاخ ہریانی" مطبوعہ ادارہ نیشنل کالج
 میگزین لاہور نومبر ۱۹۳۱ء

ممتاز ترین مصنف ہیں اور اس زبان میں آپ نے ہر دور ہرے مصنف سے زیادہ لکھا ہے۔ آپ نے اس زبان کو ترقی دے کر اس عہد کی اردو کے قریب لانے میں گراقدر خدمات انجام دیں۔

موضوع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی تحریروں میں نظری مباحث نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو کچھ لکھا وہ لوگوں کی شب و روز کی عملی زندگی سے متعلق تھا یا صرف بنیادی عقائد کی درستی کے لیے تھا۔ اس طرح آپ نے اختلافی یا نظریاتی مناقشوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود ایک آدھ مرتبہ آپ کو غیر متعلق بحثوں میں اچھانے کی کوشش کی گئی۔ ایک فاضل اہل کے لیے جو قلم کا دھنی بھی ہو، کتنا مشکل ہے کہ وہ اظہار ذات کی خاطر اپنے علم کی نمائش نہ کرے؟ اور ہمیشہ عوام کی ذہنی سطح پر آکر کام کرے۔

آپ نے علاقہ ہر پانہ کے مسلمانوں کے عقائد و اعمال، ان کی اقتصاد حالت اور ان کے طریق بود باند میں جو انقلاب برپا کیا شاید اس کی ایک یہ وجہ تھی کہ آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا نہیں اٹھایا بلکہ اپنے کام کو ہر پانہ اور راجستھان تک محدود رکھا۔

ہر بانی زبان میں آپ کی تصانیف آپ کی حیات ہی میں قبولیت کا
 کا درجہ یا چکی تھیں۔ آپ کی شہادت کے بائیس سال بعد مصنف نقیب الاولیا
 لکھتے ہیں :

”آپ کی تصانیف کی قبولیت عام یہ یلا مبالغہ حال ہے کہ
 میوات، ہریانہ، سوتر، نواح دہلی عرض ملک کے ہر حصہ میں
 کوئی گھر خالی نہیں جہاں عقاید عظیم آخرت، بلبل باغ نبی موجود
 نہ ہوں۔۔۔۔۔ اگر کسی گھر میں کوئی فرد بشر کوئی بدعت یا شریعت
 کے خلاف کام کرتا ہے تو گھر ہی والوں میں کے کتابوں کا حسب
 حال موقع کوئی شعر پڑھ کر سنا دیتا ہے۔“

ان کتابوں نے تحریک کو دیر پا بنا دیا۔ مگر ان کی زبان کی وجہ سے
 آپ کی شہرت متذکرہ علاقہ تک محدود رہی۔ گذشتہ ڈیڑھ دو صدی میں
 ہر بانی زبان اس قدر تبدیل ہو گئی ہے کہ اب ہر بانی زبان بولنے والے
 پاکستانی بھی آپ کی تصانیف کے حصہ نظم کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ
 علاقہ ہریانہ میں اب دیوناگری رسم الخط اختیار کیا جا چکا ہے اور اسے زبان

کی ترقی سمجھا جا رہا ہے کہ اس میں سے جن جن کو عربی و فارسی الفاظ نکال کر ان کی جگہ ایسے الفاظ لائے جائیں جو مدت پہلے متروک ہو چکے تھے۔ ایسے حالات میں آپ کے کلام کی دیوناگری رسم الخط میں اشاعت اسے پھر سے مفید بنا دیتی ہے۔ شاہ محمد رمضانؒ کے بہت سے شعر ٹھٹھ پتاری میں ہیں اور بہت سے پاکیزہ شعر ایسے بھی ہیں جو صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ غیر مسلموں کی اصلاح کے خیال سے کہے گئے تھے۔ ہندی مسلمانوں کی نوزائیدہ نسلوں کے لیے یہ دینی لٹریچر بڑا ہی مفید ہو گا۔

ہمیں آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہو سکا ہے :

(۱) عقائد و عقول

(۲) آخرت

(۳) بائبل بارغینی

(۴) تنگی

(۵) تصدیقہ امالی : اس نام کے عربی تصدیقہ کا ہر بانی میں ترجمہ

و شرح -

(۶) وصیت نامہ

(۷) ادب چھوکرہ

(۸) بوڑھی بیاض

(۹) فتاویٰ محمدی : ہریانی نظم میں

(۱۰) رسالہ رضائی : علم فرائض پر

(۱۱) رسالہ برق لامع : ہریانی نثر میں

(۱۲) رسالہ رد ردوافض : ایک شیعہ عالم کے سوالات و اعتراضات

کا فارسی نثر میں جواب -

ان میں سے پہلی چھ ہمارے پاس ہیں۔ جن سے ہم اٹھی آپ کا تعارف
کرائیں گے۔ ساتواں رسالہ "ادب چھوکرہ" شائع ہو چکا ہے۔ ہریانی نظم میں
بچوں کو نصائح پر مشتمل ہے۔ آٹھ علفی کا رسالہ ہے۔ ہمارے پاس بھی تھا۔
باقی پانچ کتابوں کے نام روقتہ الرضوان سے نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں
سے بوڑھی بیاض ایک ضخیم اور مفید کتاب بتائی جاتی ہے۔ آپ کے معتقدین
میں سے کسی کے پاس ضرور ہوگی۔ علاوہ ازیں آپ کے گئے ہوئے منظوم شعرے
بزرگوں کی شان میں دو فارسی قصائد جداگانہ ہمارے پاس ہیں اور آپ
کا ایک فارسی مکتوب اپنے مرشد حضرت شاہ غلام جیلانی کے نام نازن

سلوک میں شائع ہو چکا ہے۔

(۱) عقائدِ عظیم: عقائد کے بارے میں ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ صوفی کم اور فقیہ و مصلح زیادہ تھے۔ ان کے نزدیک پہلی چیز اتباعِ شریعت تھی۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے مجموعہ پیرزادہ کے نمبر ۱۶۸۳ پر ہے جس کی کتابت ہادی ہر بانہہ کے چھوٹے بھائی کے پوتے پیر فلاح الدین مرحوم نے ۱۹۰۰ء میں کی۔ کاتب خاں بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین عاریف ایم اے پنجاب (۱۸۸۳ء) سی آئی ای کے برادر کلاں تھے۔ متذکرہ مجموعہ انہی پیرزادہ محمد حسین مرحوم کے نام پر ہے۔ اس سے بہت پہلے یہ کتاب سرسید احمد خان کے بھائی سید محمد خان کے مطبع سید المطالع دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ دہلی کا پہلا مطبع تھا۔ اسی سے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے دوسری مرتبہ مولانا محمد حسین آرام پوری نے فخر المطالع دہلی سے شائع کرائی۔ اسے مولوی مشتاق احمد مرحوم صدیقی الہمی (۱۸۵۷-۱۹۱۵) نے بھی طبع کرایا اور آخر میں ڈپٹی پیر محمد قاسم صدیقی الہمی (۱۸۷۶-۱۹۲۲ء) نے چودھری پریس رتک میں طبع کرایا۔ یہ ایڈیشن ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے

پیش نظر فخر المطالع ایڈیشن ہے۔ آغاز اس طرح ہے :

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَحْبَابِهِ

وَاتَّبَعْنَا اَجْمَعِیْنَ۔ اس پیچھے سن کہ یہ رسالہ ہے عقاید کے

مذکور ہیں۔ الٰہی اس میں جو حق ہو سو بلوایو اور تو قبول کریو اور

اپنے مقبولوں کے دلوں میں قبول کرو ایو اور جس چیز سے تو اور

تیرا دوست بیزار ہو اپنے فقتل و کرم سے بچو ایو۔ مسلمانوں سے

عرض ہے جو اس میں کچھ نقصان پاویں بتاویں اور بولی کی تکرار

نہ کریں کیونکہ یہ باہر کے لوگ جو عربی فارسی سے بہرہ نہیں

رکھتے ان کو سمجھانے کو ہے اور اٹھیں کی زبان میں لکھی گئی ہے

کہ آسانی سے سمجھ لیں اور نام اس رسالہ کا عقائد عظیم رکھا گیا

..... اور اس کے اکٹھے کرنے والے کا نام محمد رمضان ہے“

ایک ایڈنا حول میں ایسی ہی ایسی ہی سادھی سادھی باتیں کرنے والے

مصاح کی شخصیت کتنی پرکشش ہوگی۔ اب ہم اس کتاب سے چپتر اور

اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپ کس پایہ کے شاعر

تھے اور نہایت ہی دقیق مسائل کو جھلا کے کس طرح ذہن نشین کر لیا کرتے تھے:

”عقیدہ مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے: اللہ تعالیٰ ایک

ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر دو ہوتے تو دو قدرت والے

ہوتے یا ایک عاجز ہوتا۔ تو جو عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق نہ

ہوتا۔ اور دو خدائی کے لائق تو ہو نہیں سکتے۔ مثلاً ایک شخص کو

ایک کہنا کہ مر جا اور دوسرا کہنا کہ جینا رہ۔ اگر دونوں کا کہنا نہ ہوتا

تو دو خدائی کے لائق نہ ہوتے اور جو ایک کا کہنا ہوتا تو دوسرا

عاجز ہوتا۔ خدائی کے لائق نہ ہوتا۔ اور جو دونوں قدرت والے

ہوتے تو ایک وقت میں اس کا مرنا بھی ہو سکتا اور جینا بھی اور

حالانکہ یہ ہو نہیں سکتا۔

مفسرانہ حیثیت ملاحظہ ہو:

”نکتہ: قریب کہتے ہیں نزدیک کو اور اقرب کہتے ہیں نزدیک

کو۔ تو آدمی بعض قریب کو دیکھ سکتا ہے جیسے اپنے ہاتھ پاؤں

کو اور بعض ایسی چیز نزدیک ہوتی ہے کہ سامنے آنکھ کے ہو

اور بینائی کو دیکھائی نہ دے جیسے آنکھ کو آنکھ کی بینائی نہیں
 دیکھتی مگر قیاس سے کہ اور کی دیکھ کر اپنے اوپر قیاس کر لیا کہ
 ہماری بھی ایسی ہی ہے اور جان اپنے قریب ہے اور دریافت
 نہیں ہوتی اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے بھی نزدیک ہیں
 تو دریافت کیونکر ہوں گے؟

ہندی الاہل مسلمان رشتہ تلاش کرتے ہیں اپنے قدیم ہندو وارانہ
 رسم و رواج پر سمجھتی سے کاربند تھے :

”مسئلہ : جو کوئی آپس میں ناطے کرنے والوں کو طعن کر کے
 کہے کہ کیا بری بات ہے کہ آپس میں ہیں، بھانجی، پھوپھی کو بیاہ
 لیتے ہیں تو کافر ہوا۔ کیونکہ پیغمبر خدا کے کام کی اور کرے کی
 اہانت کی“

بعض صوفیاء طریقت و شریعت کا مقابلہ کر کے شریعت کو ثانوی حیثیت
 دے دیتے ہیں اور اس طرح اسلامی معاشرتی نظام کی جڑیں
 کھوکھلی کرتے کا باعث بنتے ہیں :

”سوال: ولی کسے کہتے ہیں؟“

جواب: صاحب شریعت آدمی کو جس کی چال پیغمبر کی شریعت پر ہووے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاء اللہ اتقون یعنی دوست اس کے نہیں ہوتے مگر منتقی^۱۔

بعض اوقات مصلحین کے اپنے کارکن جو شش اصلاح میں ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جن کا تخریب کی رفتار پر برا اثر پڑتا ہے۔ ہر بیانہ کے جنگجو ماحول میں نئے نئے پر جوش کارکنوں کو ہدایت فرماتے ہیں:

”سوال: کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں کسی کو نصیحت نہ کرنی ہو؟“

جواب: وہ ہے کہ جہاں نصیحت کرنے سے لڑائی اور دنگا

ہوتا ہو اور اپنے تئیں مفذور روکتے کا نہ ہو^۲۔

۲۔ آخر گت: ہر بانی نظم میں سمالات مابعد الموت کا بیان ہے۔ یہ وہ

موضوع ہے جس میں آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت کو کوئی دلچسپی نہیں۔ حالانکہ

مسلمانوں کے اتحاد فکر عمل میں صنعت آئے کا باعث اور اسلامی اخلاقی اقدار

سے عدم توجہ زیادہ تر نفوت آخرت کے فقہاء ان سے ہوتی ہے۔ — مولوی

رحمت اللہ کی رحمت کا قول ہے "آخرت دیکھا کرو۔ اس وقت ایسی کتاب اور
تالیف نہیں ہوئی"۔ یہ کتاب ۲۵۲۲ (دو ہزار پانچ سو بائیس) اشعار پر مشتمل
ہے۔ تاریخ تکمیل ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء ہے جو اس کے نام سے نکلتی ہے:

آخرت میں تاریخ ہے اس کتاب

سے پھر آخرت نامہ نام کتاب

یہ کتاب بڑی ہی مقبول رہی ہے۔ کئی بار طبع ہوئی۔ پہلی دفعہ مصنف
علیہ الرحمۃ کی شہادت کے جو بیس سال بعد ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۸ء میں مطبع
میرزائی دہلی میں چھپی۔ اس کے حاشیہ پر مولوی محمد علی صاحب کی آثار محشر
ہے۔ جو اسی سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔ یہ مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔
مجلس پریس دہلی کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔
۱۸۸۵ء میں مطبع نامی دہلی نے بھی اسے طبع کیا۔ یہ کتاب دہلی سے مولوی
مشاق احمد صدیقی المہمی نے اور پھر ان کے فرزند پیر غلام مصطفیٰ مرحوم نے
۱۹۲۹ء میں ملتان میں طبع کرا کے شائع کی۔ حضرت ہادی ہریانہ رح کی طرف
یہی کتاب ہے جو پاکستان میں طبع ہوئی۔ مولوی محمد ساکن لکھنؤ کی نے اس

کا ترجمہ یہ اضافہ بعض مضامین پنجابی زبان میں کیا ہے۔ اس کے جسدِ جنت
وہ شعر نقل کیے جاتے ہیں جن میں صحت زبان استعمال ہوئی ہے :-

تیری ذات ہے وحدہ لا شریک میں دیدار تیرے کی چاہوں ہوں بیک
فضل اور کرم اپنے سے اے کریم مجھے حکم اپنے کا کہ تو علیم!

دعا بان مرن کی کبھی تو نہ مانگ کہ شاید کبھی ہو ویسے نیکی کا سانگ

کوئی بے ادب طعن رب کو کرے تو شیطان اس شخص کو جان لے
جو مجلس میں یہ ذکر کرنے لگے اُسے دے اٹھایا تو خود اٹھ رہے

جو رکھیں ڈنگر اور گھوڑے، شتر نہ کھانے، نہ دانے کا رکھیں نگر
بہت دیویں ناحق کوئی اُن کو مار قیامت کو حق سےیں کریں گے پکار
جلیں اس سبب آگ دونخ اندر سماں کرو عاقبت کی منکر

پناہ تیری پیا ہوں ہوں اس علم سے کہ جس سے نہ ہو فائدہ کچھ نہیں
۳۔ پہلے بارخ نبی: ہر یانی نظم میں کم و بیش ساڑھے چار ہزار ابیات
پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخر میں تاریخ تکمیل ۱۳ رجب ۱۲۲۶ھ (۱۳ اگست

۱۸۱۱ء) دی ہوئی ہے:

سن ہوئے پچیس بارہ سے اوپر ہجرت احمد نبی کی سن شیر

اتنے خوب گذرے ہوئی تھی یہ کتاب ختم تب واللہ علم بالاصواب

ماہ رجب تیرویں، دن اعتوار جب ہوئی فضل خدا میں یہ طیار

اصل نسخہ کے حاشیہ پر حضرت ہادی ہر بیانہ رہنے بعض اشعار کی شرح

کئی خطبرہ فرمائی تھی جو بعد کے بعض قلمی نسخوں میں نقل بھی ہوئی اور بعد کے

نسخوں اور مطبوعہ ایڈیشنوں میں نہیں پائی جاتی مگر نقیب الاولیا جلد دوم

دفتر دوم مطبوعہ ۱۳۳۲ھ میں نقل ہوئی ہے۔ تشریح فارسی میں ہے۔

مصنفت علیہ الرحمۃ کی حیات میں ہی اس کتاب کا کم از کم ایک ایک قلمی

نسخہ ہر بیانہ کے ہر اس گاؤں میں پایا جاتا تھا جہاں نماز یا جماعت ہوتی تھی۔

ہمارے پاس حافظ غلام حیدر کا کتابت کردہ نسخہ ہے جس کی تکمیل ۱۸۰۶

محمد اکبر شاہ بادشاہ (۱۸۰۶ - ۱۸۳۷ء) میں محلہ مائی وارڈ (شہر کا نام نہیں

لکھنؤ میں ہوئی۔ ایک قلمی نسخہ جس کے کاتب شاہ محمد رمضان رح کے ہتھے مولوی
 محمد یعقوب صدیقی المہمی (۱۸۲۲-۱۸۹۱ء) ہیں تھانہ بیون شمع ہلم میں پیر
 رضا احمد صاحب صدیقی المہمی کے پاس بتایا جاتا ہے۔ ایک اور قلمی نسخہ نشان
 میں حضرت قاری و صاحب حسن صدیقی المرستی ثم ملتانی کے پاس ہے اس
 کی کتابت ۱۹ شوال ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء کو شیخ امیر علی بن بشارت غلی نے محلہ
 چشتیاں رہتک میں ختم کی۔ یہ کتاب بھی ایک سے زائد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔
 ہمارے پاس اس مطبوعہ ایڈیشن کا ایک نسخہ ہے جو مولوی مشتاق احمد صاحب
 صدیقی المہمی نے ۱۲۳۵ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع کرا کے شائع کرایا۔
 اس ایڈیشن میں ص ۳ کی سہو نظر کی وجہ سے کئی شعر غلط چھپ گئے۔ سنگین
 غلطی صفحہ ۱۳ پر ہوئی۔ جو ان دو شعر غلط چھپنے سے معذرت علیہ الرحمۃ کا
 نسب نامہ غلط ہو گیا یعنی شیخ مبارک سے ادرین پشتوں کے نام محمد سلیمان
 کمال الدین اور غیاث الدین درج ہونے سے رہ گئے۔ مبادا یہ غلطی جلتی
 رہے اور ہر کے طور پر یہ ایڈیشن استعمال کیا جائے ہم قلمی نسخوں سے
 یہاں حضرت تٹاہ محمد رمضان شہید المہمی کا کسی نامہ نقل کرتے ہیں۔ اس کی
 تصدیق اس خاندان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں سے بھی ہوتی

کریسی نامہ حضرت ہادیؑ ہر بارہ؟

نام اس احقر بنائی یہ کتاب	نام ہے رمضان، محمد بن شتاب
وہ ہے بیٹا شیخ بنو عبد العظیم	وہ ہے بیٹا مولوی عبد الحکیم
وہ ہے لطف اللہ، عطا اللہ کا	وہ ہے سید اللہ شیخ راہ کا
وہ ہوا بیٹا مبارک باجمال	وہ ہوا بیٹا شیماں بن کمال
وہ غیاث الدین، ظہیر الدین کا	وہ کبیر الدین جو ہمسہم آکر لیا
وہ ہوا بیٹا قوام الدین کا	آن کرہ ججنیر سیس رہنک لیا
شہر ہے ججنیر گردستان	سیر کی تقریب آئے تھے وہاں
وہ حسام الدین، نظام الدین کا	وہ محی الدین، علاؤ الدین کا
وہ معین الدین، کمال الدین کا	وہ بن سے بیتاں میں آ لیا
وہ امام الدین، شمس الدین کا	جو کہ شہر بن میں آ کر لیا
وہ حسام الدین، احمد کا پوت	وہ ہوا محمود بن بو بکر پوت
وہ جو ابراہیم، اسماعیل کا	وہ جو عبد اللہ صاحب ڈیل کا

عبدالرحمن کا ہوا بیٹا سنو

وہ ہوا بو بکر کا صدیق جو

اس طرح حضرت ہادی ہر بیانہ رحمہ اللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انیسویں پشت سے تھے۔ مندرجہ بالا کرسی نامہ میں نمبر ۱۶ پر محی الدین نام آیا ہے ان کا دوسرا نام یا لقب فخر الدین تھا۔ اس کرسی نامہ کی اسناد ہماری تالیف توام الانساب میں ملیں گی اور شاہ محمد رمضان کے آبا کا تذکرہ دوسری کتابوں کے علاوہ ہماری تالیف آثار الابداد میں ہوا ہے۔

کتاب بھیل باغ نبی کے موضوعات راہ ساوک، مسائل فقہ، اخلاقیات، حقوق و ذرائع، آداب محفل، شمائل النبی، اسمائے باری تعالیٰ وغیرہ ہیں آپ کی یہ تصنیف بھی بڑی مقبول رہی۔ دینی مسائل میں اب بھی بعض ہر بائوئی مسلم راجپوت اس کے اشعار سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شرح اسمائے باری تعالیٰ میں بعض کی شرح دھرت وجودی طریق پر کی گئی ہے جن کے خلاف خلیع حصار کے ایک بزرگ مولوی نور محمد صاحب نے کتاب شہباز شریعت لکھی۔ شہباز کے جواب میں کسی کتاب میں لکھی گئیں چنانچہ مولوی غلام کبیر کی صاحب زادی نے رسالہ بجرہ لکھی۔ اسی سلسلہ کی ایک اور کتاب شیر رسول مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری نے شائع کرائی اور خاں بہادر مظفر احمد فضلی نے سیمرخ طبع کرائی۔

۱۴) نگہبلی : ہر یانی میں ایک سو نو اسی اشعار پر مشتمل ہے۔ ہمارے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔ شائع ہو چکی ہے مگر اس کا مطبوعہ ایڈیشن ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ نمونہ :

۵۵ چوتھی یہی ہے بات نیاری روٹی کارن خلق بگاڑی

۵۶ فرق حلال حرام نہ جانے منع کرے تو لیوے بہانے

۵۷ طلب علم و تقویٰ سیر ہے مولوی صاحب اس کوں کے

۵۸ دھرتی اوپر کوئی نہ ہتیا جس کا رزق نہ میں نے کیا

۵۹ روٹی کارن احمدی، پیٹیم کورٹ نیاگ

سر کے سانٹھے اب ملیں تو بھی دھن دھن بھاگ

۶۰ سچم ایک اچنبا دیکھا ڈاہ جلاوے ہر ہر لیکھا

۶۱ یہ جان وہ مال بڑائی اونہا ہو۔ مجھ ہوئے سوائی

۵۸ ہتیا : ذی روح، کیا : کیا، پیٹیم کورٹ نیاگ : خدا کو نہ چھوڑ،

سانٹھے : بدلے۔ دھن دھن بھاگ : خوش قسمتی : نہالی ہونا۔

۶۰ ڈاہ : حسد، ہر ہر لیکھا : تمام باتوں میں اللہ مال : فخر، بڑائی :

بڑائی، او : وہ، تاہ : نہیں، سوائی : زیادہ

- ۷۹ ہفتم بات یہ کن مال آئی خلقت چاہے بہت بڑائی
- ۸۰ کوئے گرب کرے یہ مالا کوئی سورا، کوئی کنبہ والا
- ۸۱ اللہ صاحب یوں فرمایا سوئی، بڑا، مجھ پہنچاتا
- ۸۲ وہی بڑا جن تقوے کیا سب پر اسے بڑائی دیا
- ۸۳ جیسا تقوے جس نے کیا ویسے چاہے بڑائی لیا
- ۸۴ سید، شیخ یا ہودے گو کہ جس گھر تقوے، سوئی اولی
- ۸۵ چھاڑ سبھی جب تقویٰ کیا بات ساتویں یہ تھی بھیا
- ۷۶ جو تجھ درجہ چاہیے رانسی آپ الہ

ذات بھانت کو بیچ کر تقوے لیے بساہ

(۵) قصیدہ امالی : یہ عربی کے مشہور قصیدہ امالی کا منظوم ترجمہ ہے۔ اور حضرت ہادی ہر با نوح کی ان پیڑوں میں سے ہے جو بلا تکلف ہندی رسم الخط میں شائع کرائی جاسکتی ہیں۔ یہ عقائد عظیم کے ساتھ کسی مرتبہ شائع ہو چکا ہے ہندی نظم میں کل باون شعر ہیں۔ تین میں سے اکثر شعر اُردو داتوں کے لیے ناقابل فہم ہیں۔ مولوی محمد اسغر صدیقی المہمی

۷۷ گرب، ہیکر، سیرا، بہادر ۷۸ بساہ : بسر کر

(۱۸۷۳-۱۹۳۹ء) نے اسی تصنیف کا اردو نظم میں کیا تھا جو ان کے غیر مطبوعہ مجموعہ کلام "نعرہ ایوالولائیں پایا جاتا ہے۔ یہاں ہم اس تصنیف کے صرف ابتدائی چھ شعر پیش کرتے ہیں۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے اصل عربی تصنیف کا شعر ہے پھر شاہ محمد رمضان کا ہندی ترجمہ اور آخر میں مولیٰ محمد اصغر کا اردو ترجمہ۔

۱

اللہ الخلق مولیا قدیم و بوضوح باوصاف الکرمال

ہے اللہ سب خلق کا آد پوجا و ن بار

سجی گنو پورا سدا دھن و سر جن بار

قدیمی ہے وہ معبود خلاق ہیں اسکے وصف کامل بالحقائق

۲

ہو انکی المسدیر کل امر ہوا بحق المقدر ذوالجلال

آدانت جیسے سدا کر کے سچو تدبیر

سچی طوطی بول دی جو کچھ ہے تقدیر

وہ زندہ کرتا ہے تدبیر سب کی وہ سچا خود ہے اور تقدیر اسکی

۳

مرید الخیر و الشراعیق و لکن لیس پرفے بالمحال

بھلی بری سب پر گھٹی ٹھانی آپ خدا

بدیوں سے راضی نہیں نیکی ساتھ رضا

کہ خالق خیر و شر کا بھی وہی ہے و لیکن شر سے وہ ناراض ہی ہے

۴

صفات اللہ لیت عین ذاتہ ولا غیر سواہ ذوالفعال

گن تو ناہنہ گنونت ہے گنیا جدا نہ گن

ادانت پورا گنو باندھ اسی سے دھن

صفات حق نہیں ہیں عین اسکی نہ ہیں اس سے جدا اور غیر اسکی

۵

ولیس الاسم غیر اللی لیس اهل البصیر خیر ال

جدا ہوئے نہیں نام سے نامی لکھ دل بوجھ

نام لیے سے آجڑھے نامی کی چیت سوچھ

جدا نامی سے نام اس کا نہیں ہے عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے

داناں جو ہر رے و جسم و لاکل و بعض ذواستمال

نہیں کسی رب بیچ جڑ ٹکانہ کسہونالی

کمی نہ سارا شکل دہڑوں و ہموں پاک خیال

نہیں ہے جسم و چوہر حق لعلی ہے جزو کل سے وہ بالکل ترالا

(۶) وصیت نامہ : ہر یانی نظم میں ستادوں شاعر ہیں۔ ہمارے پاس اس

کے دو قلمی نسخے ہیں جن میں سے ایک کے کاتب محمد ابراہیم ولد میاں امام بخش

ہیں اور تاریخ کتابت ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ ہے۔ فراموشی و معاملات

کے بارے میں اس نظم کو حضرت ہادی ہربانہ کی تعلیمات کا پتھر سمجھنا چاہیے۔

یہ وصیت نامہ ہر مرید یاد رکھنا تھا اور اب بھی آپ کے سلسلہ کے متتبعین

اسے یاد رکھتے ہیں۔ نمونہ

۵ اے میاں صاحب سُنو تین جو بات ہیں ۵ بھولیوں ہرگز نہیں دن میں وکیارات میں

۶ ہو کوئی تجھ سے بڑا۔ دیوے جو تعلیم وہ ۶ لینے سے غافل نہ ہو۔ کان سے دل کے سنو

۷ دوسرے جو مرتبہ تیرا ہو جاوے بڑا ۷ ادب نہیں چھوڑو خلق خدا اور خدا

۸ کا ڈھیو ہرگز نہیں دل سے کبھی رکا ڈر ۸ حاضر و ناظر خدا۔ رات دنال رکھ نظر

آپ نے مفذور بھر چاہ نہ شہرت کبھی ۱۴ آفت ہے بہتی سی۔ شہرت ڈنڈہ زلفی
 اس وصیت نامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جتنی بھی نصائح ہیں
 حضرت ہادی ہر بیانہ تمام عمر خود ان پر عامل رہے۔ اس کے ہر شعر میں ان
 کی اپنی شخصیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ وصیت نامہ ایسا نہیں کہ اسے
 گوشہ گنما می ہیں پڑا رہنے دیا جائے۔ اب ڈیڑھ صدی پہلے ہر بانی زبان
 میں اس قدر تغیر آچکا ہے کہ اس کے بعض شعرا اب ہر بیانہ میں بھی ناقابل فہم
 ہیں۔ آپ کے نواسہ مولوی عبدالمشکور (۱۸۳۳-۱۹۱۵ء) کے خلیفہ سید
 عطا الحق مدرس اینگلو عربک سکول دہلی نے بغیر ایراد مضامین اسے
 ایک سو تیرہ شعروں میں اُردو نظم کا جامہ پہنا کر ۱۹۱۴ء میں دہلی سے شائع
 کیا تھا۔ اس طبعوعہ نظم کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ کچھ شعر یہاں نقل کئے
 جاتے ہیں :

تجھ کو دے لے تسلیم جو تیرا بڑا	اس کو لینے سے نہ منہ کو موڑنا
خالق و مخلوق کا کیجو ادب	تا ہو تجھ پہاؤ نہ یادہ فقط سل رب
اپنے رتبہ پر نہ اترانا کبھی	ہے تو اس منع ہی نشانی بزرگ کی
دل میں رکھنا اپنے ہر دم خوف ربا	جاں حاضر اور ناظر روز و شب

یا جماعت تم پڑھو دائم نماز
 ہو جو جاہل شرع سے باہر فقیر
 اپنی شہرت سے سدا کرتا غار
 نام کو اپنے چھپا جتنا بھی ہو
 مت بنا تکیہ مکان و مخالفانہ
 اپنے سے غیروں کو مت سمجھو فقیر
 نہ پسین بودے پرانے پارچات
 امر بالمعروف تو جو کچھ کرے
 مت مریدوں سے کبھی کرے سوال
 تنگ کچھ مت مریدوں کو کبھی
 شیخ گر بلتا نہیں ہے متقی
 کیوں ہوا ہے لغو اسموں کا امیر
 کیا نہیں کافی تجھے اس کی حدیث
 کیا نہیں شافع تجھے کافی رسول
 کیا نبی اور کیا ولی اور کیا امام

تاکہ ہو جائے در مقصود باز
 مت بنا اس کو ہرگز اپنا پیر
 ہے مصیبت اور آفت کا یہ گھر
 مت بنا قیدی کسی کو اپنے کو
 درد سر ہے مفت کا یہ خواہ مخواہ
 کیونکہ یہ ہرگز نہیں شان فقیر
 کھڑے رشیم سے اے عالی صفات
 ہے مناسب پہلے خود عامل بنے
 اپنے آقا ہی سے کہیو اپنا حال
 جا کے بہر نذر و نیاز دنیوی
 اہل دل اور تابع فرماں نبی
 کیا نہیں کافی تجھے و شران پیر
 بھاگنا تھا جس سے شیطان خدیث
 ڈھونڈتا ہے کیوں شفاعات فضول
 کیا شہید راہ حق شیخ امام

الغرض ہیں جس قدر چھوٹے بڑے نفسی نفسی سب پکاریں گے کھڑے

سب اسی توشہ کی دیکھیں گے طوفان

جس کو ہے الا بادنہ کاشرون

سفر حج اور شہادت

۱۸۲۳ء میں آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سات مخلصین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ساحل سمندر تک کچھ سفر پہلی میں طے کیا کچھ بیدل۔ راستہ میں پڑنے والے ہر مقام پر آپ وعظ و تلقین فرماتے گئے۔ وسط ہند کے شہر مندسور میں کئی روز تک قیام رہا۔ ہر روز وعظ ہوتا اور لوگ جوق در جوق شرکت کرتے۔ کچھ بوہرے بھی آپ کے وعظ سے متاثر ہو گئے تو بوہرہ جماعت نے آپ کے جلسوں میں گڑ بڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حج کا دن قریب تھا اس لیے آپ جہاز پر سوار ہو گئے۔ جہاز میں بھی بدستور سلسلہ وعظ و تلقین جاری رہا۔ آپ کے گرد ہمیشہ ایک ہجوم لگا رہتا۔ حج بیت اللہ اور زیارتہ روحنہ اقدس کے بعد آپ عازم ہندوستان ہوئے۔ حج سے واپسی پر مندسور میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ آپ نے

مسجد میں قیام فرمایا۔ اس مسجد کے پاس کچھ بوہروں کے مکان تھے۔ منگل کے روز آپ اور آپ کے ہمراہی نماز کے بعد مسجد میں مراقب تھے اور معمولات و مشاغل میں مصروف تھے کہ بوہروں کی ایک جماعت شور و غل کرتی ہوئی مسجد میں آگھسی۔ اس وقت مسجد میں آپ کے پانچ ہمراہی حاجی رحمت خاں، حاجی گل محمد پٹان، حاجی نور محمد کاہنوری، حاجی قمر الدین سکندر، داگ صنلع حصار اور سید عبدالقادر تھے۔ نیز سید علی احمد کرنالی اور قاضی معین الدین ماٹل گڑھ والے اور پرتاپ گڑھ کے قاضی صاحب مصروف عبادت تھے۔ قاضی صاحب پرتاپ گڑھ پچاس آدمیوں کے ساتھ حضرت شاہ محمد رمضان کو اپنے ہاں لے جانے کے لیے آئے تھے۔ یہ پچاس آدمی شہر میں کسی اور جگہ مقیم تھے۔

مسجد میں مقیم ان حضرات نے بوہرہ ہلٹر بازوں کو مسجد سے نکلانے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک مسلح ٹولی نے مسجد پر ہتھ یوں دیا۔ حاجی رحمت خاں نے بندوق اٹھائی اور شہست باندھی ہی تھی کہ آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ پہل کر کے ثواب گھٹاتے ہو۔ ان سے بندوق چھین لینا چاہتی بندوق نیچے گر گئی اور اس کا کتہہ ٹوٹ گیا۔ فوراً حملہ آوروں نے بندوقیں

چلا دیں۔ اس پر اجازت لے کر حاجی رحمت خاں اور حاجی گل محمد خاں
 دلاہنی تلواریں میان سے سونت کر اٹھے۔ سات آٹھ حملہ آوروں کو زخم آئے
 باقی نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ بوہرے ساتھ کے مکان پر چڑھ کر گویاں
 برسٹے لگے۔ سب جاں نثاروں نے حضرت شاہ صاحب کو بیچ میں لے لیا
 کہ آپ پر آنچ نہ آئے۔ اتنے میں بوہروں کی ایک مسلح جماعت مسجد کا
 دروازہ توڑ کر اندر آگھسی۔ یہ جمعیت بہت بڑی تھی ان میں چالیس تو
 زیدی عرب تھے جو نشانہ بازی میں مشہور تھے اور ایسے ہی موقعوں کے لیے
 تیار کیے گئے تھے۔ دست بدست لڑائی میں تو کچھ دیر مقابلہ رہا۔ آخر شجر
 ولایت کے برگ و بار بھرنے لگے۔ سب سے پہلے حاجی رحمت خاں نے
 زیر نات گولی کھائی اور شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ان کے بعد قاضی
 معین الدین مانڈل گڈھ والے کی باری آئی۔ پھر سید عبدالقادر نے
 جام شہادت نوش کیا۔ بعد ازاں سید احمد علی صاحب جاں بحق تسلیم ہوئے
 حاجی گل محمد صاحب کے دونوں پاؤں کٹ گئے اور حاجی نور محمد صاحب کے
 اول ایک کاری زخم تلوار کا لگا پھر ایک گولی ران میں ایسی لگی کہ بتاب
 ہو کر گر پڑے۔ حاجی قمر الدین اور قاضی جی پر تاپ گڈھ والے بھی سخت

مُجروح ہوئے۔ قافلہ سالار حضرت شاہ محمد رمضانؒ سائیکوں کی شہادت سے پہلے ہی بازو میں دو گولیاں کھا چکے تھے۔ اب ان بہادروں کے شہید ہونے کے بعد دو گولیاں اور آپ کے صلینہ مبارک میں آکر لگیں۔۔۔۔ ایک گولی جبین مبارک میں ایسی آکر لگی کہ دماغ کو چیرتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی۔ آپ معاً مسجد سے ہیں گریڑے اور طائر روح نفس عنقریب سے پرواز کر گیا۔

یہ واقعہ ۲ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء کا ہے۔ ابھی حملہ آوروں کا جوش انتقام ٹنڈا نہ ہوا تھا۔ انھوں نے ہادی ہریا کی نفس پر خنجر اور تلواروں کے پتالیں زخم لگائے اور آپ کا مہولی سامان اور قیمتی کتب خانہ لوٹ کر چلے گئے۔ شہید علیہ الرحمۃ کے باقی ماندہ ساتھی جو ناکہ بندی کی وجہ سے نہ آسکے تھے اب مسجد میں آگئے۔ زخمیوں کو پانی پلایا اور نعشوں پر آنسو بہا کر چادریں ڈال دیں۔

فوراً ہی ایک آدمی بیچ چھاؤنی بھیجا گیا جہاں الگ انڈیا رسالہ پڑا ہوا تھا جس میں حضرت شہیدؒ کے معتقد ہریانی سپاہی تھے۔ قاضی شہر

حاکم مندرسور کے پاس اطلاع کے لیے گئے لیکن وہ پہلے ہی فلتہ پر ازلوں سے ملے ہوئے تھا۔ لوگ افسوس کرتے ہوئے مسجد میں جمع ہو گئے اور پھر شہر میں ہر طرف فساد برپا ہو گیا۔ کرنل انگز انڈرٹے فوراً فوج کا ایک دستہ مندرسور بھیجا۔ قاضی شہر نے آپ کی نعش کو پالکی میں رکھا اور دوسرے شہداء کو چار پائیوں پر لٹایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد باقی شہداء تو وہیں دفن کر دیے گئے اور آپ کی نعش کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ بیچ چھاؤنی لے گئے۔ وہاں لکڑی کے تابوت میں رکھ کر چھ ماہ کی مبعاد پر نعش مبارک سپرد خاک کر دی گئی۔

حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے برادر اصغر شاہ محمداً اسمعیل رح (شہید جنگ آزادی) چالیس معتقدین اور سولہ کہاڑوں کو ساتھ لے کر ۱۲ رمضان ۱۲۴۰ھ کو بیچ گئے۔ ۵ شوالی کو تابوت نکالا اور زخمی ہراسیوں کو ساتھ لے کر یہ قافلہ ہم کو روانہ ہوا۔ راستہ میں ہر پستی کے لوگ جوق در جوق زیارت کو آتے اور ہر جگہ نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ جب یہ قافلہ ہم پہنچا تو گرد و نواح کے لوگ اور سارا قصبہ اٹنڈ پڑا۔ قصبہ کے باہر تمام رات نماز جنازہ ہوتی رہی۔ ۴ ذیقعدہ ۱۲۴۰ھ کو آپ سپرد خاک

کر دیے گئے۔

آپ کا مزار ہم میں ہے۔ مقبرہ ایک شاندار خانقاہ میں ہے جسے پہلے شیخ بہاول بخش تحصیلدار اور رئیس بادل کانتی نے سادہ بنوایا تھا پھر اس پر امترکاری چھپر کے سپہ سالار عبدالصمد خاں نے کرائی۔ اس وسیع خانقاہ کا فرش ارد گرد کی زمین سے اوسطاً بیس فٹ بلند ہے۔

آپ کا عرس ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جمادی الاول کو ہوا کرتا تھا۔

عرس | اس عرس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں صرف قرآن خوانی ہوتی تھی۔ بعض اوقات نعت خوانی بھی ہو جاتی تھی جس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا کہ کوئی مشترک نہ بات نہ ہو۔ خواتین اور ذوالوں کو عرس میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔ قدا ترس اور نیک نفس سجادہ نشینوں نے اسے پرکشش اور منفعت بخش جگہ بنانے کے لیے کسی بدعت سنیہ کی ترویج نہ ہونے دی۔ آپ کا خاندان ایک عمومی منش خاندان تھا۔ مگر اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے آپ نے کسی کو بھی اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ آپ کی

تعلیم تھی: مت بنا تکیہ نہکان و نہ خانقاہ

درد سر ہے مفت کا یہ خواہ مخواہ

قطعات تاریخ شہادت

از منشی محمد حیات خان رامپوری

زویا شاہ رمضان شد چوراہی بعالم گشت در ہر سو سیاہی
سرور غیب تا بخش بیان کرد "شہیدِ ناصح مقبول الہی"
۱۲ ۲۰

از میاں ظہور علی صاحب ظہور

جناب شاہ رمضان قطبِ آفاق سراپا معرفت عرفاں مآبے
معزز شد بہ تشریف شہادت بہ جنت رفت اس عالی جنابے
ظہور از بہر تاریخ شہادت خود گشتا "خسوفِ آفتابے"
۱۲ ۲۰

از امین الرحمن صدیقی

دی و ساک و عالم محمد رمضان
کہ بود مثل صحابہ معین دین منتہی
چو کرد عزم جنال از برائے سال و سال
برفت ہادی منزل شناس "گفت ایس"
۱۲ ۲۰

آپ کی شادی حضرت شاہ سلام اللہ صدیقی المہمی کی دختر
اولاد سے ہوئی۔ شاہ سلام اللہ شرح قلعہ معلیٰ دہلی میں شہزادوں
 کی تعلیم پر مامور تھے اور اسی خانوادے کی شاخ مفتیان سے تھے۔
 دو لڑکے ہوئے جن کا خورد سالی میں انتقال ہو گیا۔ تین لڑکیاں ہوئیں
 جن کی اولاد ہوئی۔ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کے خاندان کے تقریباً
 ڈیڑھ ہزار افراد مہم اور رہتک سے ہجرت کر کے ۱۹۴۷ء میں پاکستان
 آگئے اور اب زیادہ تر کراچی، ملتان، لاہور اور راولپنڈی میں آباد
 ہیں۔

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی ذات سے لوگوں
تبرکات کو جو عقیدت تھی ان کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ کی چھوڑی
 ہوئی ہر چیز کو تبرک سمجھ کر محفوظ کیا جاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اس
 مرد لومن کا اثاثہ ہی کیا تھا۔ ذاتی کتب خانہ اور چند ایک استعمال کی
 چیزیں جو سفر میں ساتھ رکھا کرتے تھے وہ سب آپ کو شہید کر کے
 لوٹ لی گئی تھیں کچھ اور چیزیں جو باقی بچ رہی تھیں ۱۹۴۷ء کے
 نذر ہو گئیں۔ آپ کا ایک برنجی قلمدان اور پہننے کے دو پارچا ت

پیرزادہ عبدالرشید صاحب صدیقی الہمی کے پاس ملتان میں محفوظ ہیں
 آپ نے ملہمات جمال بانسوی کی ۱۲۰۷ھ میں کتابت کی تھی یہ نسخہ
 پیرزادہ شفیق احمد صاحب صدیقی الہمی کے پاس لاہور میں ہے۔ شاید
 اور لوگوں کے پاس بھی بعض چیزیں بچ رہی ہوں۔

ہمارے پاس پانچ کاغذ ایسے ہیں جن پر آپ کے دستخط ثبت ہیں
 یہ کاغذات پانچ صفر ۱۲۲۰ھ، ۲۵ شوال ۱۲۲۰ھ، ۲۷ شوال ۱۲۲۰ھ
 ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ اور ۲۹ رمضان ۱۲۳۲ھ کے ہیں۔ ان کاغذ
 کو ہم نے کنز الاثر میں نقل کر دیا ہے۔

آپ کے خلفائے میں سے ایک بزرگ شاہ محمد عیوب گنگوہی تھے جو
 خلفا سے حضرت بادی ہریانہ کے کھتیبہ اور داماد مولوی شاہ عبدالغفور
 الہمی کو خلافت ملی۔ آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشینی کا سلسلہ شروع
 ہو گیا چنانچہ ان کے بعد ان کے فرزند حافظ وزیر الدین اور پھر ان کے
 بیٹے حافظ محمد قاسم (۱۷۶۱-۱۹۲۲ء) سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت
 شاہ محمد رمضان رح کی خانقاہ کے ان متولیان اور سجادہ نشینوں کے
 متعلق وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک پاکباز، زام

اور تھی تھی۔ اتنی عالی قدر مہتی کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود ان میں سے کسی کی بھی مالی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ ان میں سے کسی نے بھی ایک سے زیادہ شادی نہ کی اور کسی نے بھی خانقاہ کو بدعات کا ادہ نہ بننے دیا۔

گو آپ کا نسبی سلسلہ نہ چلا مگر آپ کا روحانی فیض اب تک جاری ہے۔ آپ کے جن خلفا کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں :

(۱) مولوی شاہ محمد غوث گنگوہیؒ : حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اولاد سے تھے اور شاہ عبدالکریم چشتی کے فرزند تھے۔

(۲) میاں شاہ پیر محمدؒ : موضع ماتانیاں نواح بٹھنڈا کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمری میں موضع شیر خاں والا علاقہ پیپالہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سائیں رحمت شاہ ڈسکوی اور فتح محمد نابینا ایسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔

(۳) مولوی خدایت بخش ڈسکوی : آپ عسلی پور کے رہنے والے تھے۔ سائیں رحمت شاہ کے والد تھے۔ ذات کے راجپوت۔ حافظ قرآن اور عالم باعمل تھے۔

(۴) میاں معصوم علی : نارنول علاقہ پٹیالہ میں مادر زاد عربیاں پھر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت ہادی ہریانہ وہاں تشریف لے گئے تو اس حال میں سانسے آکھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا "جا، کپڑے پہن تنگامت پھر" اسی وقت حالت جذب سے ہوش میں آگئے۔ انھوں نے انگریزوں کے ملازمین اور متوسلین کے ہاں کبھی کھانا نہیں کھایا۔

(۵) میاں عبداللہ شاہ درویش : موضع مشکالہ کے کائنات تھے۔ حضرت شہیدؒ کے ہاتھ پر مشرت باسلام ہوئے۔ صاحب نسب اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ پہلے دہلی میں گلی شاہ تارا میں قبروں والی مسجد میں قیام رہا۔ پھر شاہ گنج میں فضیلوں کے قریب ایک چھپر بناگراں میں جا رہے۔ اس چھپر کی جگہ ایک پختہ مسجد بن گئی۔ ان کے مشہور خلفا میں میر اشرف علی، میر باشم علی دہلوی، حاجی نور محمد کاہنوری اور میاں لال شاہ ریواڑی واسے تھے۔

(۶) قاری محمد بیگ دہلوی : حضرت ہادی ہریانہ جاتے آپ کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ میں اور کسی کو بیعت نہیں کیا۔

(۷) حافظ محمد ضیا الدین : مولوی معین الدین نادر نولی کے فرزند تھے۔ انہوں نے شاہ شہید مہمی کی وحدت وجود کی تعلیم پر ایک کتاب لکھی تھی۔

(۸) میاں منور شاہ لاہوری : پہلے ہندو ساہوکار تھے۔ ہادی ہر پانہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

(۹) میاں حاجی خدایتش : سکناہرواں ضلع حصار

(۱۰) شیخ عظیم الدین صدیقی المہمی : ان کا شجرہ نسب علم پرست پر ہادی

ہر پانہ سے ملتا ہے۔ اپنے خاندان کے یہ واحد بزرگ تھے، جنہیں آپ نے خلیفہ بنایا مگر انہیں بھی تحریری سند خلافت نہ دی۔ انہوں نے حضرت شاہ محمد رضاؒ کے حالات پر دو کتابیں لکھی تھیں۔ دونوں فارسی میں۔ ان میں سے پہلی کتاب صراط العرفان ضخیم تھی جو ہماری نظر سے نہیں گزری مگر اس سے مصنف و خزانہ الرضوان

نے اپنی کتاب کے لیے حالات لیے۔ دوسری جو مختصر ہے اس کا نام انیس الاعتقاد ہے۔ اس کا مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔ ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو چکا ہے۔

(۱۱) پیر امیر بخش : موضع بلیالی کے رہنے والے تھے۔

(۱۲) پیر جی شہاب الدین ساکن جھنجھنو

(۱۳) قاضی غلام محمد فتح آبادی

(۱۴) میاں شاہ محمد بودلہ سکنا بیگمڑ

(۱۵) میاں حاجی شاہ محمد دلائی

(۱۶) میر حیدر علی نارنولی

(۱۷) میاں امیر حسین علی

(۱۸) حافظ رحمت عورت چندو

(۱۹) حافظ مستقیم

(۲۰) حافظ قلندر بخش

(۲۱) قاری دیندار نابینا

(۲۲) مولوی احمد یار خاں فتح پوری

(۲۳) میاں جماعت علی شاہ

(۲۴) میاں جلال شاہ

کتابیات

۱۔ اہل الاعتقاد:

حضرت ہادی ہریاتہ کے حالات پر شیخ عظیم الدین صدیقی المہدی
منوفی ۱۸۶۳ء نے یہ مختصر فارسی رسالہ لکھا تھا۔ شائع نہیں
ہوا مگر مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا قلمی نسخہ ہمارے
پاس ہے۔ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصنف نے
حضرت شاہ صاحب مہدی کے حالات پر ایک تفصیلی کتاب صراط العرفان
لکھی تھی۔ رونقہ الرضوان کا بڑا مانغا یہی کتاب تھی۔

۲۔ نقیب الاولیاء:

اس کے مصنف خاں بہادر پیرزادہ ڈیپٹی منظر احمد نقیبی (۱۸۵۷ء-
۱۹۳۰ء) صدیقی المہدی تھے۔ اس کی متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں

ہمارے پاس اس کی جلد دوم کا دفتر دوم ہے جو ۱۹۱۴ء میں
طبع ہوا۔ اُردو میں ہے۔

۳۔ روفتہ الرضوان موسوم بہ تذکرۃ المرصان :

اس کتاب کے مصنف اکھراج مولوی عبدالشکور صدیقی المہمی
(۱۸۳۳ء - ۱۹۱۵ء) ہیں مگر اس کی تہذیب و اشاعت مصنف
کے مرید و خلیفہ مولوی سید ابو محمد عطاء الحق ماس علوم مشرقی
اینگلو عربک ہائی سکول دہلی نے کرائی۔ یہ کتاب مصنف کی وفات
کے دو ماہ بعد ۱۹۱۵ء میں دکن پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع
ہوئی۔ ۱۹۲۰ صفحات یہ مطبوعہ نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اُردو میں
ہے۔

۴۔ آثار الابداد :

راقم کی تصنیف ہے۔ حضرت ہادی ہریانہ رح کے خاندان کے

حالات پر ہے۔

۵۔ کنز الآثار :

حضرت ہادی ہریانہ کے خاندان سے متعلق شاہی فرامین اور

دوسری تین سو کے قریب قدیم تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ ترتیب
راقم نے دی ہے۔

۶۔ حالات خواتین :

اردو قلمی۔ صاحبِ ردفقہ الرضوان مولوی عبدالشکور کی دختر
عائشہ بیگم (۱۸۷۰-۱۹۵۲) کی تصنیف ہے۔ ہمارے پاس
ہے۔ ۱۹۱۹ء تک لکھی گئی۔

۷۔ ہریالی زبان میں تالیفات :

مضمون حافظ محمود شیرانی مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور

نومبر ۱۹۳۰ء و فروری ۱۹۳۱ء

۸۔ امدادی ماثر الاحیاء :

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۹۔ تحفۃ الاخوان :

مصنفہ شیخ عبدالحق مطبوعہ مطبع فاروقی

۱۰۔ تاریخ عبرت افزا :

ترتیبہ مرزا علی رضا مخزن مراد آبادی مطبوعہ برلاس پریس مراد آباد۔

- ۱۱۔ ڈسٹرکٹ گزٹس ٹر۔ رہتک اور حصار (انگریزی)
- ۱۲۔ ٹوی لائٹ آف دی مغلز (انگریزی) مصنفہ پرسیول پیٹر
- ۱۳۔ حضرت ہادی ہر پانہ رح کی تصنیفات
- ۱۴۔ ہادی ہر پانہ رح کے خاندان کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ شجرے و نسب نامے جس کو سامنے رکھ کر ہم نے اس خاندان کا نسب نامہ موسوم بہ قوام الاثساب ترتیب دیا ہے۔
-

حضرت شاہ محمد امجد علی صاحب دہلی قادری

ادوی میرانہ
گھر امجد علی صاحب

ترتیب و تہذیب

منظور الحق صدیقی ایلم

ابتداء ریاضیات کیڈٹ کالج

حسن ابدال

ایڈیشن آف چوک مینار انارکلی لاہور